علامہ اقبال کا نظریہ تعمیر نو اور ریاست پاکستان کے عملی اقدامات

ڈاکٹر حافظ اکرام الحق
سیکریٹری، اسلامی نظریاتی کونسل

مسلم معاشرے کی اجتماعی اصلاح کے لیے تجدید اور نشأۃ ثانیہ کی اصطلاحات معروف ہیں، اس ضمن میں مجددین کا تذکرہ زبان زد خاص وعام رہتا ہے۔ اصلاح کے اس عمل میں عموماً مسلمانوں کو اپنے دینی نظام اور ثقافت کی طرف رجوع کرنے کا کہا جاتا رہا اور اسلامی تعلیمات سے استفادے کا انداز روایتی رہا۔ جدید پیش آمدہ حالات سے ہم آہنگی اور مسائل کے حل کے لیے اجتہاد اور تقلید کا چولی دامن کا ساتھ رہا۔ تجدید اور نشأۃ ثانیہ کے بارے میں بہت سے اہل علم نے قلم اٹھایا۔ علامہ سید ابو الحسن علی ندوی کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" اس موضوع پر اردو میں ایک عمدہ کتاب ہے۔ بر صغیر میں انگریزی استعمار نے اسلامی نظامِ تعلیم وثقافت اور حکومت وریاست کے بنیادی ڈھانچے پر گہرا اثر ڈالا جس کے نتیجے میں شخصیات کی بجائے اداروں پر اور نصوص کی بجائے قواعد وضوابط پر انحصار کا رواج ہوا۔ اسی طرح روایتی طرز اجتہاد کی بجائے ادارہ جاتی اجتہاد کی ضرورت محسوس کی گئی، جس کی بنیاد پارلیمانی قانون سازی پر رکھی گئی۔ گویا اجتہاد پارلیمنٹ کا تخصص قرار پایا اور ادارے مقلد محض ٹھہرے، آئین نے احکام سلطانیہ کی جگہ لے لی اور قانون فقہی مسائل کے طور پر نافذ ہوا۔ پھر ہر ادارے کے داخلی نظام کے لیے قواعد وضوابط فقہی فروع کے قائم مقام ہوئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ فکر اجتماعی نے بھی نئی شکل وصورت اختیار کی۔ ایسے میں مسلم مفکرین نے تجدید واصلاح کا کام شروع کیا تو وہ بھی فطرتاً غیر روایتی تھا۔ بر صغیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳- ۱۷۶۲ء) اور سر سید احمد خان (۱۷اکتوبر ۱۹۱۷- ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء) اس تحریک تجدید واصلاح کے پیشوا شمار ہوتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس تجدید فکر کو ایک نیا نام دیا جسے "دینی فکر کی تعمیر نو یا تشکیل نو" قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر علامہ کے چھ خطبات "Reconstruction of Religious Thought in Islam" مشہور ہیں۔ اس فکری تعمیر نو کو ادارہ جاتی شکل دینے کے لیے ایک تحریک چلی جس نے بہت تیزی سے تحریک پاکستان کی شکل اختیار کر لی۔ اس مضمون میں تعمیر نو کی تشریح کا محور علامہ کے انہیں خطبات، اور خصوصاً چھٹے خطبے "The Principle of Movement in Islam" کو قرار دے کر اس کے لیے اٹھائے جانے والے عملی اقدامات اور اداروں کی تأسیس کا ذکر ہوگا جہاں اسلامی فکر کی تعمیر نو کا کام سر انجام پایا، یا اس کی تجاویز دی گئیں۔ چھٹے خطبے کے عنوان کا لفظی ترجمہ شاید "اسلام میں اصول حرکیت" کیا جا سکے۔ علامہ کے سامنے ہی اس کا اردو عنوان "الاجتہاد فی الاسلام" معروف ہو گیا۔ اسے عنوان حرکیت کا دیں یا اجتہاد کا، خطبے کے عنوان سے واضح ہے کہ یہ ہوگا اسلام کے اندر رہتے ہوئے، علامہ نے دائرۂ اسلام سے نکل کر کسی اجتہاد یا حرکیت کا درس نہیں دیا۔ اقبال کے نزدیک فکر اسلامی کا منبع ومصدر قرآن وسنت ہیں۔ ان کی روشنی میں نت نئے مسائل، عصری فلسفہ اور سائنسی رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے فکر اسلامی کی تشکیل نو کرنے کو انہوں نے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ علامہ اقبالؒ نے عصری مسائل اور نظریات، جدید فلسفہ حیات اور سائنسی رجحانات کو اچھی طرح سے بھانپ کر انہیں مدلل اور معقول جوابات بہم پہنچائے۔ مغربی تہذیب اور علوم وفلسفہ سے پیدا شدہ تشکیک اور مسائل، الحادی نظریات، تعلیم جدید کا روحانی اقدار سے خالی ہونا، امت کے نوجوانوں کا مغربی تہذیب کا دلدادہ ہونا اور اسلام کے علمی ورثہ یعنی قرآن وسنت سے منہ موڑنا، مذہب کو فرسودہ اور قصۂ پارینہ سمجھنا، مسلمانوں میں اجتہادی بصیرت کا مفقود ہونا، اسلام کے حرکی تصور سے روگردانی کرنا، اندھی تقلید اور عقلیت پرستی جیسے نازک مسائل علامہ کا موضوع بحث رہے ہیں۔ تعمیر نو کی بنیاد علامہ کی اس نظم میں خوب واضح ہے۔ یہ رموزِ بے خودی ' (۱۹۱۸ء) میں ۱۳۵ اشعار پر مشتمل علامہ اقبال کی ایک طویل نظم 'آئینِ محمدیہ قرآن است' کے چند منتخب اشعار ہیں:

مِلّتی را رفت چوں آئین ز دست — مثل خاک اجزای اُو از ہم شکست
ہستیِ مسلم ز آئین است و بس — باطن دینِ نبیؐ این است و بس
آن کتاب زندہ قرآنِ حکیم — حکمت اُو لا یزال است و قدیم
نوعِ انسان را پیام آخرین — حامل او رحمۃ للعالمین
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات — بی ثبات از قوتش گیرد ثبات
گر تو می خواہی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن[1]

"جس قوم نے آئین ہاتھ سے جانے دیا، اس کے اَجزا خاک کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئے۔ مسلمانوں کے وجود کا دار و مدار صرف اور صرف آئین پر ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کے دین کی باطنی حقیقت بھی یہی ہے۔ یہ آئین وہ زندہ و تابندہ کتاب ہے جسے قرآن کہتے ہیں۔ اس کی حکمت ازلی اور ابدی ہے۔ یہ نوعِ انسانی کے لیے آخری پیغام ہے۔ اس کے علم بردار حضور رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ یہ تکوین حیات کے رازوں کا نسخہ ہے۔ جسے قرار نہ ہو وہ اس کی قوت سے قرار پا جاتا ہے۔ اگر تم بھی مسلمان بن کر زندہ رہنا چاہتے ہو تو سن لو! قرآن کے علاوہ اس کا کوئی وسیلہ نہیں۔"

علامہ اقبالؒ تعمیر نو کے تصور کو سید سلیمان ندویؒ کے نام اپنے خط میں اس طرح واضح کرتے ہیں:

> It is my firm conviction that he who critically reviews modern jurisprudence from the Qur'anic viewpoint, reconstructs it, and establishes the truth and eternality of Qur'anic laws, would be the real leader and pioneer of Islamic renaissance and the greatest benefactor of humanity at large. This is the time for action; for in my humble opinion, Islam today is on trial and never in the long range of Islamic history was it faced with such a challenge as the one that besets it today[2].

"میرا پختہ یقین ہے کہ جو شخص قرآنی نقطۂ نگاہ سے جدید "جورس پروڈنس" پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر اس کی تشکیلِ نو کر دے اور اَحکام قرآنیہ کی حقانیت اور ابدیت کو ثابت کر دے، وہی اسلامی نشأۃ ثانیہ کا حقیقی رہبر اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم ہو گا۔ یہی وقتِ عمل ہے؛ کیونکہ میری عاجزانہ رائے میں اسلام پر یہ آزمائش کا وقت ہے اور اپنی طویل تاریخ میں اسے کبھی ایسے حالات سے پالا نہیں پڑا جن سے وہ اس وقت دوچار ہے"۔

1- مثنوی رموزِ بے خودی یعنی اسرارِ حیاتِ ملیہ اِسلامیہ، از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء، لالہ دیوان چند پرنٹر، لاہور، ص ۵۸،۵۹

2- Iqbal Namah, Shaikh Ataullah, Ashraf Publications, Lahore, Vol. I., p. 50

اسی مضمون کا ایک خط انہوں نے صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام خط ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء کو لکھا، اس میں علامہ لکھتے ہیں:

میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے "جورس پروڈنس" پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا، وہی اسلام کا مجدّد ہو گا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہو گا۔ قریباً قریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا قوانینِ اسلامیہ میں غور و فکر کر رہے ہیں (سوائے ایران و افغانستان کے) ، مگر ان ممالک میں بھی امروز و فردا یہ سوال پیدا ہونے والا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ زمانۂ حال کے اسلامی فقہاء یا تو زمانہ کے میلان طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔ ایران میں مجتہدین شیعہ کی تنگ نظری اور قدامت پرستی نے بہاء اللہ کو پیدا کیا جو سرے سے احکامِ قرآنی کا ہی منکر ہے۔ ہندوستان میں عام حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میں نے ایک بہت بڑے عالم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی نظیر ناممکن ہے۔ غرض کہ یہ وقت عملی کام کا ہے کیونکہ میری رائے ناقص میں مذہب اسلام اس وقت گویا زمانے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخِ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔[3]

انسانی معاشرے کی روحانی تشکیل اور آئینِ قرآن سے وابستگی کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اقبالؒ نے اِسلامی نظامِ ریاست کی ایسی ترتیبِ نو کی بھی بات کی جس سے دورِ جدید کے مسائل کے ساتھ اس کا ربط پیدا ہو جائے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے پچیسویں اجلاس منعقدہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء بمقام الٰہ آباد میں اقبالؒ نے کہا:

In the world of Islam we have a universal polity whose fundamentals are believed to have been revealed but whose structure, owing to our legists' [legal theorists'] want of contact with the modern world, today stands in need of renewed power by fresh adjustments[4].

"دنیائے اسلام میں ہمارے پاس ایک عالم گیر نظام ریاست موجود ہے جس کے بنیادی اصولوں کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ وحی الٰہی پر مبنی ہیں، مگر اس کے تشکیلی ڈھانچہ کے جدید دنیا سے ہم آہنگ ہونے سے متعلق ہمارے فقہائے کرام کی خواہش اسی صورت پوری ہو سکتی ہے جب اس میں تازہ تطبیقات کے ذریعے نئی قوت پیدا کر دی جائے"۔

اِسلامی نظامِ ریاست و سیاست کی تشکیل نَو کے لیے مناسب ترین خطہ ہندوستان کو قرار دیتے ہوئے خطبۂ الٰہ آباد میں ہی انہوں نے کہا:

It cannot be denied that Islam, regarded as an ethical ideal plus a certain kind of polity – by which expression I mean a social structure regulated by a legal system and animated by a specific ethical ideal – has been the chief formative factor in the life-history of the Muslims of India.It has furnished those basic emotions and loyalties which gradually unify scattered individuals and groups, and finally transform them into a well-defined

3- سید مظفر حسین برنی، کلیات مکاتیب اقبال، ۲: ۶۰۱، ۶۰۴، مکتوب اقبال بنام پروفیسر صوفی غلام مصطفی تبسم، ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء

4- All India Muslim League, Allahabad session, December-1930, Presidential Address, By Dr. Sir Muhammad Iqbal, Barrister- At- Law,Lahore,printed by Guran Ditta Kapur,Lahore,p.4

people, possessing a moral consciousness of their own. Indeed it is not exaggeration to say that India is perhaps the only country in the world where Islam, as a people-building force, has worked at its best In India, as elsewhere, the structure of Islam as a society is almost entirely due to the working of Islam as a culture inspired by a specific ethical ideal. What I mean to say is that Muslim society, with its remarkable homogeneity and inner unity, has grown to be what it is, under the pressure of the laws and institutions associated with the culture of Islam.[5]

"اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام کو اخلاقی اقدار کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خاص نوعیت کے سیاسی نظام کی حیثیت حاصل ہے۔ اس تعبیر سے میری مراد ایک ایسا معاشرتی ڈھانچہ ہے جس میں ایک قانونی نظام کے ذریعے نظم و ضبط پیدا کر دیا گیا ہے اور ایک خاص قسم کی اخلاقی اقدار کے ذریعے اس میں روح پھونک دی گئی ہے، یہی معاشرتی ڈھانچہ ہندوستانی مسلمانوں کی بود و باش کا بنیادی تشکیلی عنصر رہا ہے۔ اس نے وہ بنیادی احساسات اور وفاداریاں مہیا کیں جو بکھرے ہوئے افراد اور گروہوں کو دھیرے دھیرے یکجا اور بالآخر ان پر مشتمل ایک واضح طور پر متعین قوم کی تشکیل کر سکتے ہیں، جن کا اپنا ایک اخلاقی شعور ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ دنیا بھر میں شاید ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں اسلام ایک بہترین مردم ساز قوت کی حیثیت سے جلوہ گر ہوا ہے۔ دنیا کے دیگر خطوں کی طرح ہندوستان میں بھی ایک معاشرے کی شکل میں اسلامی نظامِ حیات کا وجود اسلام کی بطورِ تہذیب فعالیت کا مرہونِ منت ہے۔ جس کا روحِ رواں اخلاقی اقدار کا ایک خاص اسوہ ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلم معاشرے کو اپنی غیر معمولی ہم آہنگی اور داخلی ربطِ باہمی کے ساتھ ترقی کرتے کرتے جو درجہ حاصل ہوا ہے اس کی تشکیل میں ان قوانین اور اداروں کا قوی عمل دخل ہے جو اسلامی تہذیب سے منسلک ہیں"۔

اقبالؒ کے نزدیک اسلامی معاشرے کی تشکیل نو کے لیے اداروں کا قیام از بس ضروری ہے۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کے لیے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلمانوں کے لیے نظریاتی ادارے قائم کرنے کے بارے میں فرمایا:

Fourthly, I suggest the establishment of male and female cultural institutes in all the big towns of India. These institutes as such should have nothing to do with politics. Their chief function should be to mobilize the dormant energy of the younger generation by giving them a clear grasp of what Islam has already achieved and what it has still to achieve in the religious and cultural history of mankind[6].

"چوتھے نمبر پر، میری تجویز ہے کہ ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں مرد و خواتین کے لیے ثقافتی ادارے قائم کیے جائیں۔ ان اداروں کا سیاست کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ ہو۔ ان کا اہم فریضہ نوجوان نسل کو انسانیت کی مذہبی اور ثقافتی تاریخ کے حوالے سے ان تمام پہلوؤں کا واضح شعور بخش کر ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنا ہے جن کا احاطہ اب تک اسلام کر چکا ہے اور جن کا احاطہ ابھی اسے کرنا ہے۔"

5- ایضاً

6- Presidential address All-India Muslim Conference, Lahore, 21 March 1932

علامہ کے خطبات اور تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ریاست پاکستان کا حصول اسی لیے ضروری تھا کہ اس میں خود مختاری اور آزادی کے ساتھ اسلامی معاشرے کی تعمیر نو کا کام سرانجام دیا جاسکے۔ گویا علامہؒ اس ریاست کو تعمیر نو کے ایک ادارہ کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے جس میں یورپی طرز کی پارلیمان ہو مگر وہ اسلامی طرز کا اجتہاد کر کے اجماع کے اصول کے تحت قانون سازی کرے۔ ۱۹۲۹-۱۹۳۰ء میں (The Reconstruction of Religious Thought in Islam) کے عنوان سے مدراس مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پر انہوں نے جو چھ خطبات دیے۔ ان میں چھٹے خطبے (نظامِ اسلام میں حرکیت کا اصول) میں فرماتے ہیں:

> It is, however, extremely satisfactory to note that the Pressure of the new world forces and the political experience of European nations are impressing on the mind of modern Islam the value and possibilities of the idea of ijma'. The growth of republican spirit and the gradual formation of legislative assemblies in Muslim lands constitute a great step in advance.[7]

"تاہم اس بات کا مشاہدہ انتہائی اطمینان کا باعث ہے کہ جدید عالمی قوتوں کے دباؤ اور یورپی اقوام کے سیاسی تجربات جدید اِسلام کے ذہن پر نظریۂ اجماع کی قدر وقیمت اور امکانات کو واضح کرنے میں مؤثر ثابت ہو رہے ہیں۔ جمہوری روح کی نشو ونما اور مسلم علاقوں میں قانون ساز اسمبلیوں کی مرحلہ وار تشکیل اس سلسلے میں ایک اہم پیش رفت کا درجہ رکھتی ہے"۔

علامہؒ کے خطبات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کے لیے قرآن وسنت اور شرعی تشریحات پر مبنی قانون سازی خود مسلم نمائندگان اور ماہرین شریعت سے کرانا چاہتے تھے۔ فقہی اجتہادات کو ملکی قانون بنانے کی بجائے انہوں نے ان سب سے استفادہ کر کے مشترکہ قانون سازی کا تصور پیش کیا اور اس کے لیے پارلیمان کو اجتماعی اجتہاد کا ادارہ قرار دیا۔ علامہؒ کہتے ہیں:

> The transfer of the power of Ijtihād from individual representatives of schools to a Muslim legislative assembly which, in view of the growth of opposing sects, is the only possible form Ijmā, can take in modern times, will secure contributions to legal discussion from laymen who happen to possess a keen insight into affairs.In this way alone, we can stir into activity the dormant spirit of life in our legal system, and give it an evolutionary out look.[8]

"مختلف مکاتب فکر کے انفرادی نمائندوں سے اجتہاد کا اختیار لے کر ایک مسلم قانون ساز اسمبلی کو منتقل کرنا ہی مختلف الخیال فرقوں کے ظہور کے بعد دورِ جدید میں اجماع کی ممکنہ صورت ہو سکتی ہے۔ اس سے قانونی مباحث میں شامل شرکاء کی آراء کو عام لوگوں کے عمل دخل سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے، جو کبھی کبھار اتفاقاً معاملات میں گہری دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ صرف یہی واحد طریقہ ہے جس سے ہم اپنے نظامِ قانون کی خوابیدہ روح کو بیدار کر کے اسے زندگی بخش سکتے ہیں۔ اسی طرح اسے ایک ارتقائی صورت عطا کی جاسکتی ہے"۔

7- The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Oxford University press London 1934, p.165

8- The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Oxford University press London 1934, p.165

پارلیمان میں علماء کا بنیادی کردار

اقبالؒ پارلیمان کو اجتماعی اجتہاد کا ادارہ قرار دے کر ایک مسلم ملک کا قانون ساز ادارہ بنانا چاہتے تھے جس میں تمام مکاتبِ فکر کے نمائندے شامل ہوں۔ مگر چونکہ دورِ حاضر میں پارلیمان میں اِسلامی قانون کا علم رکھنے والے تمام ارکانِ اسمبلی کا نہ ہونا ایک ناگزیر حقیقت ہے جس کی وجہ سے قانون سازی کے باب میں شریعت اسلامی کے حوالے سے سنجیدہ غلطیوں کا امکان بہرحال موجود رہتا ہے۔ اس کے لیے اقبالؒ پارلیمان میں علمائے کرام کا بنیادی کردار چاہتے ہیں۔ اور جب تک اسمبلی کے اندر قانون سازی کے عمل میں علماء کا بنیادی کردار یقینی نہیں بنایا جاتا، علامہؒ نے عارضی انتظام کے طور پر علماء کا بورڈ قائم کرنے کی گنجائش رکھی۔ لیکن اصولی طور پر انہوں نے پارلیمان میں قانون سازی کے عمل میں علماء کے بنیادی کردار کو ہی ترجیح دی۔ اقبالؒ کہتے ہیں:

> One more question may be asked as to the legislative activity of a modern Muslim assembly which must consist, at least for the present, mostly of men possessing no knowledge of the subtleties of Muhammadan Law. Such an assembly may make grave mistakes in their interpretation of law. How can we exclude or at least reduce the possibilities of erroneous interpretation?

"دورِ جدید کی مسلم اسمبلی میں قانون سازی کے حوالے سے، جس کی ترکیب کم از کم موجودہ حالات میں ایسے ہی اشخاص سے ہو سکتی ہے جنہیں زیادہ تر قانونِ اسلام کی باریکیوں کا علم نہیں ہوگا، ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے، کہ ایسی اسمبلی قانون کی تعبیر و تشریح کرتے وقت بڑی سخت غلطیوں کی مرتکب ہو سکتی ہے۔ ہم کس طرح ایسی تشریحی غلطیوں کے امکانات کی مکمل پیش بندی، یا کم از کم انہیں کم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں؟"

ایرانی دستور کا حوالہ دیتے ہوئے وہ مزید کہتے ہیں:

> The Persian constitution of 1906 provided a separate ecclesiastical committee of Ulema– "conversant with the affairs of the world"– having power to supervise the legislative activity of the Mejliss. This, in my opinion, dangerous arrangement is probably necessary in view of the Persian constitutional theory. According to that theory, I believe, the king is a mere custodian of the realm which really belongs to the Absent Imām.The Ulema, as representatives of the Imām, consider themselves entitled to supervise the whole life of the community, though I fail to understand how, in the absence of an apostolic succession, they establish their claim to represent the Imām.But whatever may be the Persian constitutional theory, the arrangement is not free from danger, and may be tried, if at all, only as a temporary measure in Sunnī countries.The Ulema should form a vital part of a Muslim legislative assembly helping and guiding free discussion on questions relating to law. The only effective remedy for the possibilities of erroneous interpretations is to reform the present system of legal education in Muhammadan countries, to extend its sphere, and to combine it with an intelligent study of modern jurisprudence.[9]

9- The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Oxford University press London 1934, p.166-67

"۱۹۰۶ء کے ایرانی دستور میں دنیاوی امور سے واقف علمائے مذہب کی ایک علیحدہ کمیٹی بنائی گئی ہے جس کے پاس مجلس کے قانون سازی کے عمل کی نگرانی کا اختیار ہے۔ میری رائے میں یہ خطرناک انتظام شاید ایرانی نظریۂ قانون کی رو سے ضروری سمجھ کر کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نظریۂ قانون کی رو سے بادشاہ ملک و سلطنت کا محض امین ہے جو در حقیقت امام غائب کی ملک ہے۔ علماء، امام غائب کے نمائندے کی حیثیت سے معاشرتی زندگی کے تمام معاملات کی نگرانی اور دیکھ بھال اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اگرچہ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ امام غائب کے سلسلۂ جانشینی کی غیر موجودگی میں وہ کس طرح نیابتِ امام کا حق ثابت کر سکتے ہیں، بہر حال ایران کا دستوری نظریہ چاہے کچھ بھی ہو، یہ انتظام خطرے سے خالی نہیں۔

اگر سُنّی ممالک میں اس تجربے کو دہرایا بھی جائے تو وہ محض عارضی اور وقتی ہونا چاہیے۔ علماء کو خود مجلسِ قانون ساز کا نہایت اہم اور مرکزی عنصر ہونا چاہیے تاکہ قانون سے متعلق مسائل پر آزادانہ مباحث میں معاونت و راہنمائی کر سکیں۔ غلط تشریحات کو روکنے کا مؤثر علاج صرف یہی ہے کہ اسلامی ممالک میں رائج الوقت قانونی تعلیم کے نظام کی اصلاح کی جائے، اس کا دائرہ وسیع کیا جائے، اور اس کے ساتھ جدید اصولِ قانون کا گہرا مطالعہ بھی شامل کر دیا جائے"۔

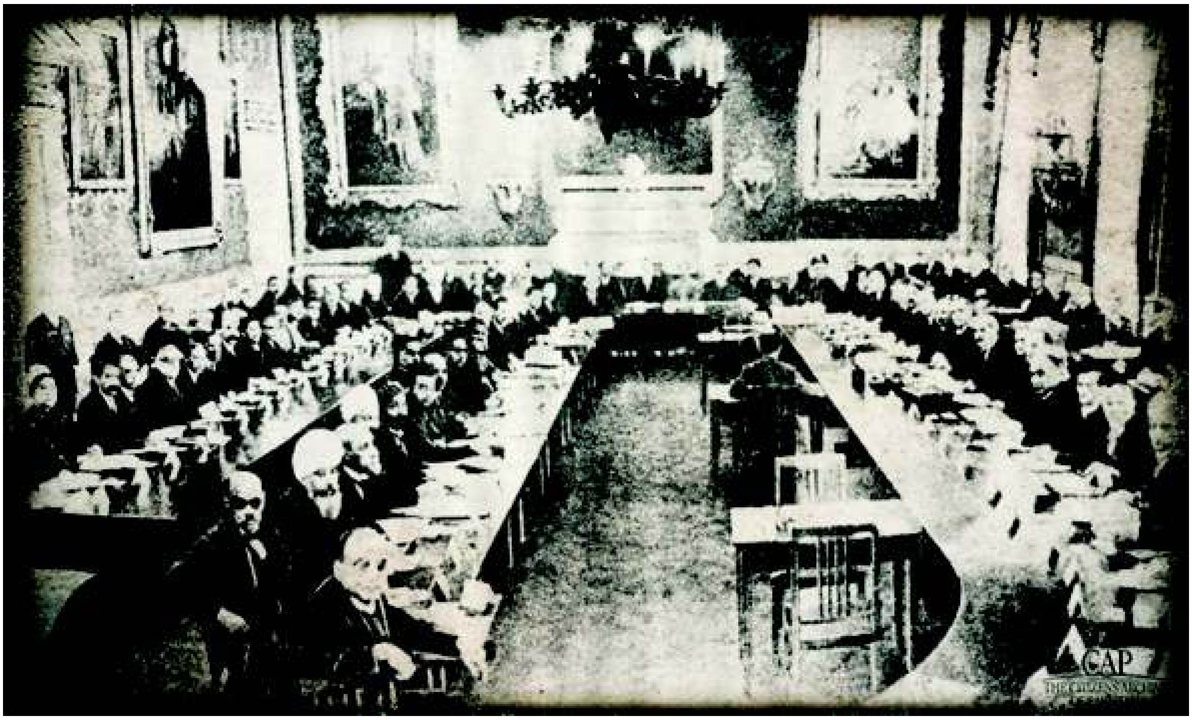

مسلم وکلاء پر مشتمل علماء کی آئینی مجلس کی تجویز

اپنے خطبۂ الٰہ آباد ۱۹۳۰ء میں ہندوستان میں علیحدہ اسلامی ملک قائم کرنے کے مطالبے کے بعد اقبالؒ نے اسلامی قانون کی تدوین و تشکیل کے لیے مستقل ادارے قائم کرنے کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے خطبۂ صدارت منعقدہ لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء میں انہوں نے مسلمانوں کے آئندہ پروگرام کے بارے میں تجاویز دیتے ہوئے ایک تجویز یوں دی:

Fifthly, I suggest the formation of an assembly of ulama, which must include Muslim lawyers who have received education in modern jurisprudence. The idea is to protect, expand and, if necessary, to reinterpret the law of Islam in the light of modern conditions, while keeping close to the spirit embodied in its fundamental principles. This body must receive constitutional recognition so that no bill affecting the personal law of Muslims may be put on the legislative anvil before it has passed through the crucible of this assembly. Apart from the purely practical value of this proposal for the Muslims of India, we must remember that the modern world, both Muslim and non-Muslim, has yet to discover the infinite value of the legal literature of Islam and its significance for a capitalistic world whose ethical standards have long abdicated from the control of man's economic conduct. The formation of the kind of assembly I propose will, I am sure, bring a deeper understanding of the usual principles of Islam at least in this country.[10]

"پانچویں، میں تجویز کرتا ہوں کہ علماء کی ایک مجلس قائم کی جائے جس میں وہ مسلم وکلاء شامل ہوں جنہوں نے جدید اصولِ قانون کی تعلیم حاصل کی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ جدید حالات کی روشنی میں اسلامی قانون کی حفاظت، اس کی توسیع اور اگر ضروری ہو تو نئی تاویل کا اہتمام کیا جائے۔ یہ کام اِسلام کے بنیادی اصولوں کی روح کے نزدیک رہتے ہوئے کیا جائے۔ اس مجلس کو آئینی اعتبار سے تسلیم کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے شخصی قوانین پر اثرانداز ہونے والا کوئی مسودۂ قانون، قانون سازی کے مراحل سے اس وقت تک نہ گزر سکے جب تک کہ اسے مجلس کی منظوری حاصل نہ ہو جائے۔ مسلمانانِ ہند کے لیے اس تجویز کی خالصتاً عملی قدر و قیمت سے قطع نظر، ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جدید دنیا، مسلم اور غیر مسلم دونوں، ابھی تک اسلام کے فقہی لٹریچر کی بے پناہ قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگا پائی، اور سرمایہ دارانہ دنیا کے لیے اس کی اہمیت کا بھی، جس کے اخلاقی معیارات آدمی کے اقتصادی رویے کے قابو سے باہر ہو گئے ہیں۔ اس نوع کی مجلس سے جیسا کہ میں نے تجویز کیا ہے، مجھے یقین ہے کم سے کم اس ملک میں اِسلام کے معمول کے اصولوں کی گہری سوجھ بوجھ پیدا ہو گی۔"[11]

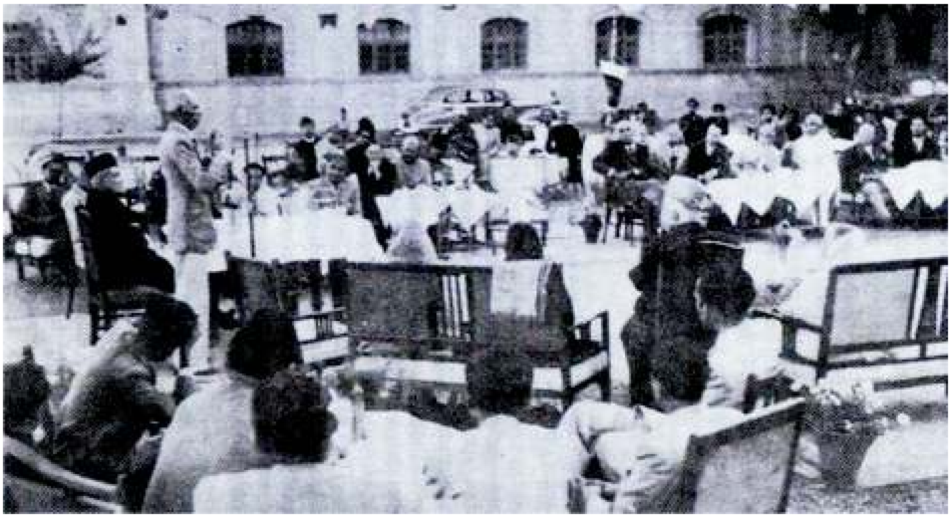

قائداعظم محمد علی جناح سندھ چیف کورٹ کے جج اور وکلاء سے خطاب کے دوران
۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء

10- http://www.koranselskab.dk/profiler/iqbal/address2.html

11- علامہ اقبالؒ: تقریریں، تحریریں اور بیانات؛ مترجم اقبال احمد صدیقی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۵ء، آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں خطبۂ صدارت، لاہور، ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء، ص ۶۵

تعمیر نو کے اداروں کے قیام میں علامہ کا عملی حصہ

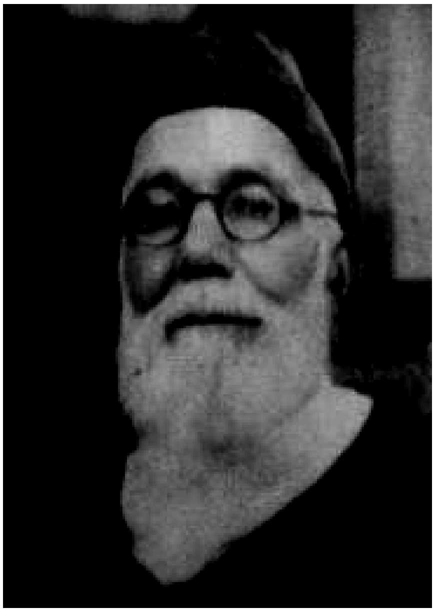

چوہدری نیاز علی خان

علامہ اقبالؒ نے ذاتی طور پر بھی ایسے ادارے قائم کرنے کی کوشش کی جو ان کے تصور میں قائم نئی اسلامی ریاست کی آئینی، قانونی، تعلیمی اور معاشرتی ضروریات پوری کر سکیں۔ ایسا ہی ایک ادارہ دارالاسلام ٹرسٹ ہے جو ان کی ترغیب پر چوہدری نیاز علی خان[12] نے ۱۹۳۶ء میں ہندوستانی پنجاب میں پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور سے پانچ کلو میٹر مغرب میں جمال پور فروٹ باغات کے مقام پر قائم کیا۔ اقبالؒ کی خواہش تھی کہ اس ادارے سے فقہِ اسلامی کی تدوین نو کا کام لیا جائے۔[13] اس سلسلے میں جولائی ۱۹۳۶ء میں اس وقت کے شیخ الازہر علامہ مصطفیٰ المراغی کو خط لکھا جس میں ایک روشن خیال، ماہرِ علومِ شریعہ محقق کو اس ادارے کے لیے بھیجنے کی درخواست کی۔[14] شیخ مراغیؒ نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ ان کے پاس ان صفات کا حامل کوئی عالم محقق میسر نہیں۔ تاہم علامہؒ کی کوشش سے اس زمانے کے بڑے بڑے محققین نے اس مرکز کی علمی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔[15] ۱۹۴۰ء سے دارالاسلام سے اسی نام کے ساتھ ایک علمی ماہ نامہ بھی شائع ہوتا تھا۔ پاکستان بنا تو چوہدری نیاز علی اپنی تمام جائداد چھوڑ کر پاکستان آ گئے اور جوہر آباد ضلع خوشاب میں ٹھکانہ کیا اور یہاں بھی دارالاسلام ٹرسٹ قائم کیا۔[16]

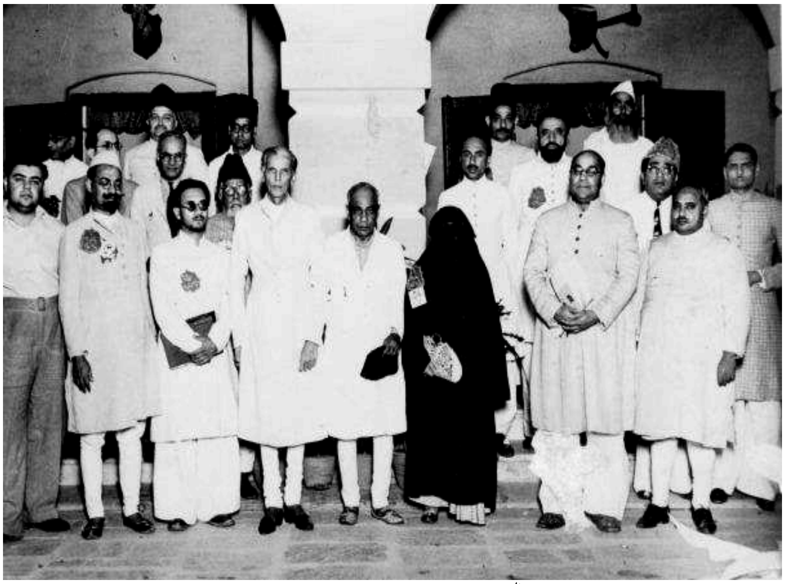

قائد اعظم تحریک پاکستان کے کارکنان کے ہمراہ

یہ سلسلہ تحریکِ پاکستان کے دوران بھی جاری رہا اور مجوزہ ریاست پاکستان میں اسلامی معاشرے کی تعمیرِ نو کے مقصد سے کئی ادارے قائم کیے گئے یا تجویز کیے گئے۔ ان اداروں میں مجلسِ نظامِ اسلامی کا قیام بھی تھا جو یو۔ پی۔ مسلم لیگ نے غالباً ۱۹۳۹ء کے اواخر میں نواب محمد اسماعیل خان (۱۸۸۶ - ۱۹۵۸ء) کی صدارت میں قائم کیا جس کا مقصد ایک مستند و مفصل "نظام نامہ حکومتِ اسلامی" مرتب کرانا تھا۔ اس میں نواب سر احمد سعید خان چھتاری، سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالحامد بدایونی، ڈاکٹر ذاکر حسین اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ شامل تھے۔ سید سلیمان ندوی کو اس کمیٹی کا داعی (کنونیر) مقرر کیا گیا۔ اس کمیٹی کی کوشش سے چار حضرات، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر ذاکر حسین اور مولانا آزاد سبحانی نے دستوری خاکے مرتب کر کے ارسال کیے۔[17]

-12 چوہدری نیاز علی خان (۱۸۸۰-۱۹۷۶ء) سول انجینئر تھے اور وسیع اراضی کے مالک تھے۔ ۱۹۳۱ء میں انہیں حکومت برطانوی ہند نے "خان صاحب" کا لقب اور میڈل دیا۔ وہ علامہؒ کے بہت معتقد تھے اور ان کے کہنے پر انہوں نے تحریکِ دارالاسلام، دارالاسلام ٹرسٹ، ادارہ ہائے دارالاسلام ٹرسٹ کے نام سے پٹھانکوٹ، ہندوستان اور جوہر آباد پاکستان میں کئی ادارے قائم کیے۔ وہ مسلم لیگ کے رکن اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ ان کے ادارے جدید افکارِ اسلامی کے مراکز شمار ہوتے تھے۔ علامہ اقبال دارالاسلام پٹھانکوٹ کی براہ راست سرپرستی کرتے تھے۔

-13 کے ایم اعظم: حیاتِ سدید، لاہور، ۲۰۱۰ء، نشریات، ص ۱۶۸، ۱۷۳، ۱۷۴، ڈاکٹر محمد ارشد: اِسلامی ریاست کی تشکیل جدید؛ محمد اسد: سوانح اور فکری تشکیل، الفیصل ناشرانِ کتب، لاہور، ص ۱۵۰

-14 اقبال نامہ: مجموعہ مکاتیبِ اقبال، شیخ عطاء اللہ، شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مذہب سے دلچسپی اور فقہ اسلامی کی تشکیلِ جدید، ص ۴۷

-15 کے ایم اعظم: حیاتِ سدید، ص ۳۱، ۱۵۹، ۱۶۳

-16 کے ایم اعظم: حیاتِ سدید، ص ۵۸۳

-17 دریا آبادی: سید سلیمان ندوی کے خطوط، ۸۷:۲؛ سید سلیمان ندوی "شذرات" معارف (اعظم گڑھ)، مئی ۱۹۴۱ء

جن کی مدد سے مولانا محمد اسحاق سندیلوی نے ۱۹۴۵ء میں ایک مسودہ تیار کر لیا جس کی اشاعت بوجوہ تاخیر سے ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کی طرف سے "اسلام کا سیاسی نظام" کے نام سے ممکن ہوئی۔[18]

اسی طرح آل انڈیا مسلم لیگ کے تیسویں اجلاس منعقد ۲۴- ۲۶- اپریل ۱۹۴۳ء، بمقام دہلی میں قرارداد منظور کی گئی کہ چند مستند ماہرینِ اسلام کی ایک مجلس "مجلس تعمیر ملی" قائم کی جائے، جو قرآن شریف کو سامنے رکھ کر قومی زندگی کے مسائل پر نظر ڈالے اور ایک اسلامی ریاست کا خاکہ بنائے۔ تاہم یہ مجلس قائم نہ ہو سکی۔[19] مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی (دسمبر ۱۹۴۳ء) میں ایک پلاننگ کمیٹی کے قیام کی تجویز پر اتفاق کیا گیا۔ جس کے ذمے مستقبل کی مسلم ریاست 'پاکستان' کے لیے خالص اسلامی نقطۂ نظر سے معاشرتی، تعلیمی، معاشی اور دستوری و سیاسی نظام مرتب و مدون کرنے کا کام لگایا گیا۔ تاہم اس کمیٹی کی ترکیب و تشکیل اور اس کی کارگزاری کبھی سامنے نہ آ سکی۔[20] آل انڈیا مسلم لیگ کی کمیٹی آف رائٹرز (مسلم لیگ کے رکن اور حامی دانشوروں کی کمیٹی) نے بھی ۱۹۴۶ء میں مجوزہ مسلم مملکت پاکستان کو مستقبل میں درپیش مسائل کے جائزہ، اس کے سیاسی نظام اور اس کی صنعتی و اقتصادی اور تعلیمی ترقی کا لائحہ عمل مرتب کرنے کی کوشش و سعی کی تھی، اور مختلف امور و مسائل پر (۱۲ عدد) کتابچے شائع کیے تھے۔[21] کمیٹی کے ایک ممتاز رکن ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنے کتابچے "The Future Development of Islam Polity" میں پاکستان کی ریاست و حکومت کی تعمیر و تشکیل میں اسلام کے کردار و حیثیت کو واضح کیا تھا۔[22]

علامہ محمد اسدؒ

علامہ محمد اسدؒ کی فکری تشکیل

مشہور نو مسلم محقق علامہ محمد اسدؒ[23] ۱۹۳۲ء میں ہندوستان آئے تو ۱۹۳۴ء میں ان کی ملاقات علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء) سے ہوئی۔ اقبالؒ نے انہیں آمادہ کیا کہ وہ ہندوستان میں رہ کر مستقبل کی اِسلامی ریاست کے فکری پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ چنانچہ محمد اسدؒ نے اپنی بقیہ زندگی میں ایسی ریاست کے قیام کو اپنا مقصد بنا لیا۔

-18 دریا آبادی: سید سلیمان ندوی کے خطوط ۱۸۹:۲، پروفیسر خورشید احمد: ادبیات مودودی (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء) ص ۳۸۵- ۳۸۷

-19 سید طفیل احمد منگلوری، مسلمانوں کا روشن مستقبل (لاہور: مکتبۂ محمودیہ، ۲۰۰۱ء)، ص ۳۶۶- ۳۶۷

-20 سید حسین ریاض، پاکستان ناگزیر تھا (کراچی: شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء)، ص ۳۲۹

-21 قومی ادارہ برائے تحقیقی تاریخ وثقافت، اسلام آباد نے ان کتابچوں کو یکجا کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (M.Rafique Afzal. The Case for Pakistan (Islamabad NHCR,1988)۔ کمیٹی آف رائٹرز کی تشکیل اور اس کے ارکان کی سرگرمیوں کے بارے میں ملاحظہ ہو: خواجہ رضی حیدر، "مولانا عبدالحامد بدایونی اور تحریک پاکستان"، مشمولہ ظہور الدین امرتسری (مرتب)، تحریک پاکستان میں مولانا عبدالحامد بدایونی کے کردار کی ایک جھلک (لاہور: ادارۂ پاکستان شناسی، ۲۰۰۵ء)، ص ۴۹

-22 The Future Development of Islam Polity, Pakistan Literature series No.8 (Lahore Sh.M. Asharaf,1946) ,pp.25

-23 علامہ محمد اسد (۱۹۰۰ـــ۱۹۹۲ء) کا قدیم نام لیوپولڈ وائس (Leopold Weiss) تھا۔ وہ آسٹریا کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ صحافت کا پیشہ اپنایا اور ایک جرمن اخبار کے نمائندے کے طور پر مصر، اردن، شام، ترکی، فلسطین، عراق، ایران، وسط ایشیا، افغانستان اور روس کی سیاحت کرتے رہے۔ انہوں نے ۱۹۲۶ء میں نے برلن میں اسلام قبول کیا اور تقریباً چھ سال جزیرہ نمائے عرب میں رہے۔ ۱۹۳۲ء میں ہندوستان آگئے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۷ء میں انہیں ادارۂ اِسلامی تشکیل نو کے قیام کا ہدف دیا گیا اور وہ اس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں انہیں سفارتی مشن پر عرب ممالک بھیج دیا گیا اور ان کی کوششوں سے سعودی عرب میں پاکستان کا سفارت خانہ کھولنے میں کامیابی ہوئی۔ [ہوم کمنگ آف دی ہرٹ، ص ۱۲۸- ۱۲۹] کچھ عرصے بعد محمد اسدؒ نے بوجوہ پاکستانی حکومت کی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔ ۱۹۹۲ء میں وہ جنوبی ہسپانیہ (اندلس) کے شہر مالقہ میں تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ وہ غرناطہ میں مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ ان کی کتب:

The Unromantic Orient (1924) *Islam at the Crossroads* (1934) *The Road to Mecca* (1954)، *The Principles of State and Government in Islam* (1961) *Message of The Qur'an* (1980) *Sahih Al-Bukhari: The Early Years of Islam* (1981) *This Law of Ours and Other Essays* (1987) *Home-Coming Of The Heart (1933–1992)* (Officially Unpublished)، *Meditations* (*Arafat: A Monthly Critique of Muslim Thought* (1946-47)

محمد اکرام چغتائی نے محمد اسد پر تین کتابیں لکھی ہیں جو چھپ گئی ہیں۔ محمد اسد نے بہت مقبولیت حاصل کی اور بعض کتابوں کے کئی کئی زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ "ایک یورپین بدوی" اور "بندہء صحرائی" اردو میں ہیں۔ انگریزی میں دو جلدوں میں ہے۔ ان کتابوں میں محمد اسد کے اپنے مضامین کے علاوہ ابوالحسن ندوی، سید سلیمان ندوی، محمد اسحاق بھٹی، انگریزی زبان کے معروف صحافی خالد احمد، مریم جمیلہ اور دیگر مشاہیر نے جو کچھ محمد اسد کے بارے میں لکھا، وہ بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر محمد ارشد نے پنجاب یونیورسٹی سے محمد اسد پر پی ایچ ڈی کی اور ان کا مقالہ فیصل پبلشرز لاہور نے کتابی شکل میں شائع کیا۔

اسی پر ان کا مطالعہ ہوتا، اسی کے بارے میں لکھتے اور اسی پر گفتگو اور خطاب کرتے تھے۔[24] اقبالؒ کی وفات کے بعد ان میں سے اکثر محققین نے اپنی اپنی الگ الگ پہچان قائم کر لی مگر اسدؒ نے انفرادی حیثیت میں فکر اسلامی کی تشکیلِ نو پر کام جاری رکھا۔ علامہ اسد کہتے ہیں:

میں نے کئی برس تک اپنے آپ کو اس نظریے کے لیے وقف کر دیا؛ اسی کو پڑھتا، اسی کو لکھتا اور اسی پر تقریریں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آگیا کہ میری پہچان ہی اسلامی قانون اور ثقافت کے ترجمان کے طور پر ہونے لگی۔[25]

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد علامہ محمد اسدؒ نے پنجاب کے شہر ڈلہوزی سے "عرفات" کے عنوان سے ایک ماہانہ مجلّے کا اجراء کیا۔ اس کا پہلا شمارہ ستمبر ۱۹۴۶ء میں جاری ہوا، جس کا سرورق یوں تھا: ARAFAT; A Monthly Critique of Muslim Thought (عرفات؛ مسلم فکر کا ایک تنقیدی ماہنامہ)۔[26]

قائدِ اعظمؒ کے نام علامہ اقبالؒ کا خط

علامہ اقبالؒ نے سیاسی سطح پر بھی مسلم تشخص کو اجاگر کرنے کے لیے کردار ادا کیا، وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کو بھی اس سلسلے میں فعال کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی وفات سے ایک سال قبل ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائدِ اعظمؒ کو یہ خط لکھا:

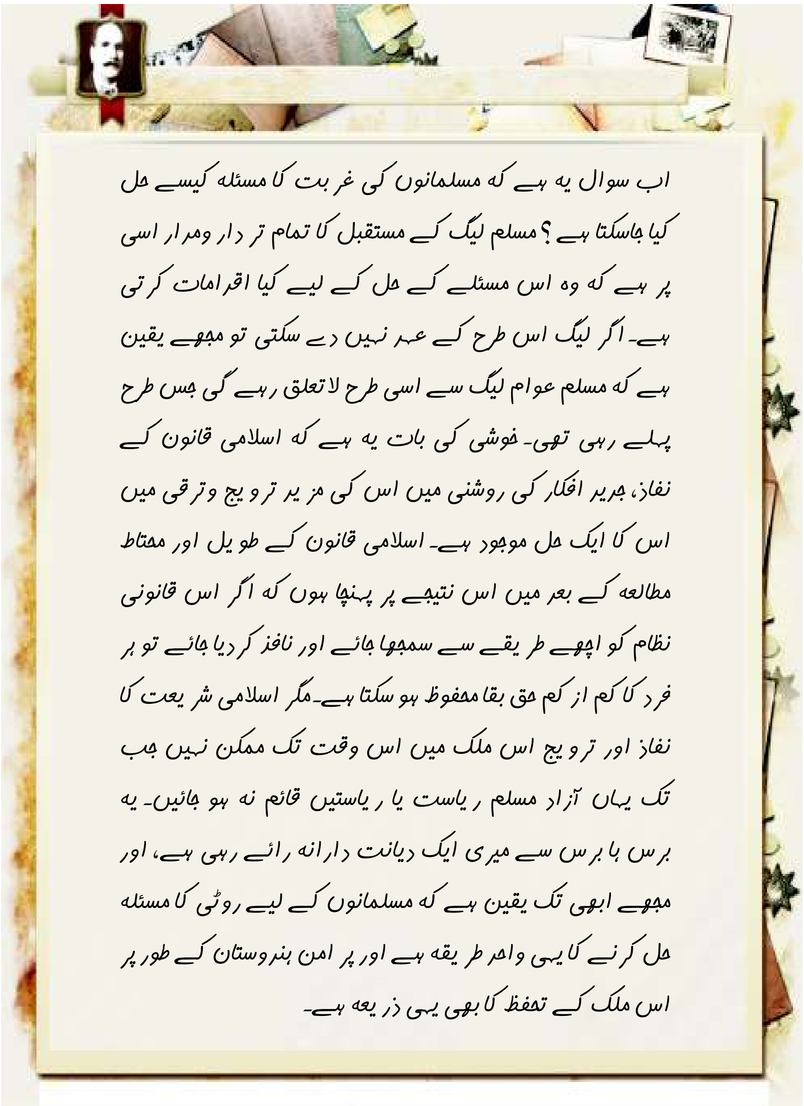

اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی غربت کا مسئلہ کیسے حل کیا جاسکتا ہے؟ مسلم لیگ کے مستقبل کا تمام تر دار ومدار اسی پر ہے کہ وہ اس مسئلے کے حل کے لیے کیا اقدامات کرتی ہے۔ اگر لیگ اس طرح کے عہد نہیں دے سکتی تو مجھے یقین ہے کہ مسلم عوام لیگ سے اسی طرح لاتعلق رہے گی جس طرح پہلے رہی تھی۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اسلامی قانون کے نفاذ، جدید افکار کی روشنی میں اس کی مزید ترویج وترقی میں اس کا ایک حل موجود ہے۔ اسلامی قانون کے طویل اور محتاط مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر اس قانونی نظام کو اچھے طریقے سے سمجھا جائے اور نافذ کر دیا جائے تو ہر فرد کا کم از کم حق بقا محفوظ ہو سکتا ہے۔ مگر اسلامی شریعت کا نفاذ اور ترویج اس ملک میں اس وقت تک ممکن نہیں جب تک یہاں آزاد مسلم ریاست یا ریاستیں قائم نہ ہو جائیں۔ یہ برس ہا برس سے میری ایک دیانت دارانہ رائے رہی ہے، اور مجھے ابھی تک یقین ہے کہ مسلمانوں کے لیے روٹی کا مسئلہ حل کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے اور پر امن ہندوستان کے طور پر اس ملک کے تحفظ کا بھی یہی ذریعہ ہے۔

24- Muhammad Asad, *Road to Makkah*, (Islamic book service , Kucha Chelan, Darya Gunj, New De1hi), p-2

25- Road to Mecca, , New Dehli,p -2

26- عرفات کے ۱۹۴۶ تا ۱۹۴۷ء تک شمارے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد میں محفوظ ہیں۔

قیام پاکستان سے قبل قائد کا مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ (بہار) ، جنوری ۱۹۳۸ء میں خطاب،[27] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں خطاب ۱۹۳۸ء [28] ، پٹنہ میں ۱۰ جنوری ۱۹۳۹ء کو خطاب[29]، عید الفطر ۱۹۳۹ء کے موقع پر بمبئی سے قائد اعظم کا پیغام[30] آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں اجلاس، لاہور میں خطاب ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء[31]، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد، انڈیا میں خطاب ۱۹۴۱ء[32]، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الٰہ آباد میں سوالوں کے جواب ۱۹۴۲ء، آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس، جالندھر میں صدارتی تقریر ۱۹۴۳ء[33]، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس، کراچی، ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء میں خطاب[34]، مسلم یونیورسٹی یونین، علی گڑھ سے خطاب ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء[35]، گاندھی جی کے نام خط ۱۷ ستمبر ۱۹۴۴ء[36]، برصغیر کے مسلمانوں کے نام عید الفطر کا پیغام، ستمبر ۱۹۴۵ء[37]، فرنٹیئر مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء[38] پشاور میں خطاب ۲۶ -نومبر ۱۹۴۵ء[39]، پیر آف مانکی شریف کے نام مکتوب، نومبر ۱۹۴۵ء[40]، پریس کانفرنس ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء[41] قائد اعظم کے پیش نظر مسلم معاشرے کی تعمیر نو کے واضح خد و خال موجود تھے ۔ مگر مقالے میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے صرف قائد اعظم کے ان خطابات کے اقتباس نقل کیے جائیں گے جو انہوں نے قیام پاکستان کے بعد فرمائے۔

قیام پاکستان کے بعد اسلامی معاشرے کی تعمیر نو کے بارے میں اقدامات

مجلس دستور ساز پہلے پاکستانی دستوری ادارے کے طور پر وجود میں آچکی تھی، اس کا لائحۂ عمل بھی متعین کر دیا گیا تھا اور قانونِ ہند ۱۹۳۵ء کو عارضی دستور کا درجہ بھی دے دیا گیا تھا۔ مجلس دستور ساز کے اجلاسوں کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے چار اجلاس انتظامی اور ضوابط سازی کے مباحث میں گزر گئے، جن میں دو برس کا عرصہ بیت گیا۔ پاکستان کے وجود میں آتے ہی اس کے لیے نہایت مشکل حالات پیدا ہو گئے تھے، وہ بھی دستور سازی میں تاخیر کی ایک وجہ بتائے جاتے ہیں۔ بہر حال اس عرصے میں دستور سازی کے لیے فکری معاونت اور ذہن سازی کا سلسلہ جاری رہا۔

قائداعظم اور لیاقت علی خان پہلی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں

27- اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، قوانین کی اسلامی تشکیل، سلسلہ دوم، جلد چہارم، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص viii

28- M. A. Jinnah, News clippings, Archives of Freedom Movement (AFM) , (University of Karachi) , vol. 3 March-April 1938.

29- Star of India 11, January 1939,Yusufi: Speeches, Statements & Messages of Quaid-e-Azam 3:1334

30- خطباتِ عثمانی، پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی، پبلشرز نذر سنز، ۲۲۱ سرکلر روڈ لاہور، اپریل ۱۹۷۲ء، ص ۲۸۳

31- Yusufi:Speeches, Statements & Messages of Quaid-e-Azam, volume-3, p. 1334.

32- https://longlivemusharraf.wordpress.com/2009/12/20/quaid-e-azam-and-holy-quran/

33- خطباتِ عثمانی، پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی، پبلشرز نذر سنز، ۲۲۱ سرکلر روڈ لاہور، اپریل ۱۹۷۲ء، ص ۲۸۴

34- http://m-a-jinnah.blogspot.com/2010/11/jinnah-was-not-secular.html، قوانین کی اسلامی تشکیل، سلسلہ دوم، جلد چہارم، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص viii

35- http://www.siasat.pk/forum/showthread.php?64492-Quotes-of-Muhammad-Ali-Jinnah-Quaid-e-Azam,Speech, Muslim University Union Aligarh 10, March 1944

36- قائد اعظم محمد علی جناح: موہن داس کرم چند گاندھی جی کے نام خط، ۱۷ ستمبر ۱۹۴۴ء۔ خطباتِ عثمانی، پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی، پبلشرز نذر سنز، ۲۲۱ سرکلر روڈ لاہور، اپریل ۱۹۷۲ء، ص ۲۸۳،
Letter from M.A. Jinnah to M.K. Gandhi, 17 September 1944, (*Jinnah-Gandhi Talks* (September 1944) (Delhi, 1944

37- قوانین کی اسلامی تشکیل، سلسلہ دوم، جلد چہارم، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص ix بحوالہ
(Quaid-e-Azam Jinnah's Correspondence, Ed. Syed Sharifuddin Pirzada, pp.210-211)

38- http://allurdubooks.blogspot.com/2010/12/quaid-e-azam-islam-and-pakistan.html

39- حیاتِ قائد اعظم، قائد اعظم کا مذہب و عقیدہ، قائد اعظم کی تقاریر و بیانات، محدث، شمارہ ۳۳۸، جون ۲۰۱۰ء، قرآن، آئینِ پاکستان اور قائد اعظم، عطاء اللہ صدیقی۔

40- قوانین کی اسلامی تشکیل، سلسلہ دوم، جلد چہارم، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص ix بحوالہ
(Quaid-e-Azam Jinnah's Correspondence, Ed. Syed Sharifuddin Pirzada, pp.210-211)

41- *Speeches and Statements (1947-48)* , pp.28

ذہن سازی کے لیے علامہ اقبالؒ کے تصور کے مطابق اسلامی تشکیل نو کے طے شدہ پروگرام کے تحت قائدِاعظم کی اپنی تقاریر کا حوالہ بہت اہم ہے جو قیامِ پاکستان کے وقت سے تسلسل کے ساتھ جاری رہیں۔ پاکستان میں پہلی عید کے موقع پر قائدِاعظم نے قوم کے نام اپنے پیغام ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء میں امید ظاہر کی کہ یہ عید خوش حالی کے ایک نئے دور کا پیش خیمہ ثابت ہو گی، وہ اسلامی تہذیب اور نظریے کی نشأۃ ثانیہ کی طرف بڑھتا ہوا قدم ثابت ہو گی۔[42] آپ نے ۲۵- اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میونسپل کارپوریشن کے عہدے داران کے خطابات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: آیئے ہم اپنی جمہوریت کی اساس سچے اسلامی تصورات اور اصولوں پر قائم کریں۔ ہمارے اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے امورِ حکومت باہمی بحث و مباحثہ اور مشاورت سے طے کیا کریں۔[43] حکومتِ پاکستان کے سول، نیول، ملٹری اور فضائیہ کے افسران سے خالق دینا ہال کراچی میں خطاب کرتے ہوئے ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو فرمایا: جس [مملکت] کو ہم اپنے مزاج اور اپنی ثقافت کے مطابق ترقی دے سکیں، اور جس میں اسلامی عدلِ اجتماعی کے اصول آزادی کے ساتھ برتے جائیں۔[44] اسی خطاب میں آپ نے فرمایا: اقلیتوں کے لیے اس وقت تک خوف و ہراس کی کوئی وجہ نہیں ہے، جب تک وہ مملکت کی وفادار ہیں۔[45] یونیورسٹی سٹیڈیم روڈ لاہور پر ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریلی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہر وہ شخص جس کو یہ پیغام پہنچے وہ خود سے عہد کرے اور تیار ہو جائے کہ اسلام کے حصارِ محکم کی حیثیت سے پاکستان کی تشکیل و تعمیر کے لیے۔[46] میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو بار ایسوسی ایشن، کراچی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت کے مطابق نہیں بنایا جائے گا۔ یہ اصول آج بھی زندگی میں اس طرح قابلِ عمل ہیں جس طرح تیرہ سو برس قبل تھے۔[47] ریڈیو پر نشریاتی پیغام کے ذریعے ۲۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو امریکی عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے نہیں جانتا دستور کی حتمی شکل کیا ہو گی، البتہ مجھے یہ یقین ہے کہ وہ جمہوری نوعیت کا ہو گا جس میں اسلام کے بنیادی اصول مجسم ہوں گے۔[48] سبی دربار سے ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد سچے اسلامی نظریات اور اصولوں پر رکھیں۔[49] ۱۸ اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور میں ایڈورڈ کالج کے پرنسپل، سٹاف اور طلبہ کے خیر مقدمی خطاب کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: یہ سرزمین عزیز اب ایک آزاد اور خود مختار حیثیت میں ایسی حکومت کے تحت لائی جاچکی ہے، جو اسلامی ہے، یعنی مسلم حکومت۔[50]

تشکیل نو کے لیے عملی اقدامات

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد تشکیل نو کے عملی اقدامات میں سے ایک اہم قدم ۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو دار الحکومت کراچی میں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد اور اس کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قائدِاعظم کی سربراہی میں کام کرنے والی مجلس دستور ساز کے قانون ساز اجلاسوں میں بحث کرنا اور اقدامات کی ابتدا کرنا ہے۔ اس کانفرنس اور تشکیل نو کے سلسلے میں اس کی ہمہ جہت تجاویز کے بارے میں اسمبلی کی درجِ ذیل بحث قابلِ غور ہے:

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی سفارشات کا عملی نفاذ

جناب نور احمد: کیا عزت مآب وزیر داخلہ یہ بیان کرنا فرمائیں گے کہ ان کی زیرِ صدارت جو آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نومبر ۱۹۴۷ء کے آخری ہفتے میں کراچی میں منعقد ہوئی تھی، حکومت پاکستان کی طرف سے اس کی سفارشات کو مؤثر بنانے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں یا کیا اقدامات تجویز کیے گئے ہیں،

-42 http://m-a-jinnah.blogspot.com/2010/03/first-eid-in-pakistan-18th-aug-1947.html "قائدِاعظم اسپیچز": شائع کردہ پبلسٹی، کراچی، ص ۲۴ کچھ حصہ
Quaid-i-Azam Speaks: Speeches by Quaid-i-Azam Mohd. Ali Jinnah,

-43 قائدِاعظم اسپیچز، ص ۸۹ (Yusufi: Speeches, Statements & Messages of Quaid-e-Azam 4:2615)

-44 قائدِاعظم اسپیچز، ص ۲۳ ۷ (Yusufi , Speeches, Statements & Messages of the Quaid-i-Azam ,74)

-45 قائدِاعظم اسپیچز، ص ۳۴

-46 Speech at a Mammoth Rally at the University Stadium, Lahore on 30th October, 1947، قائدِاعظم اسپیچز، ص ۴۱
http://m-a-jinnah.blogspot.com/2010/03/first-eid-in-pakistan-18th-aug-1947. html. Yusufi, Speeches, Statements & Messages of the Quaid-i-Azam, 94-95

47- Yusufi: Speeches, Statements & Messages of Quaid-e-Azam, 4: 2669

48- Speeches by Quaid-i-Azam Mohamed Ali Jinnah, Governor-General of Pakistan, published by Government of Pakistan printed at Sind Observer Press Ltd, 1948,p.44,Yusufi: Speeches, Statements & Messages of Quaid-e-Azam 4: 2694 (قائدِاعظم اسپیچز (فروری ۴۸ء)، ص ۹۲)

49- Yusufi, Speeches, Statements & Messages of the Quaid-i-Azam, p.142.

50- *Jinnah: Speeches and Statements 1947-1948,* Introduction by S.M. Burke, Oxford University Press, Karachi, 2000, p. 240

خصوصاًدرجِ ذیل سفارشات کے بارے میں:

۱۔ سائنسی اور صنعتی کونسل کا قیام

۲۔ فنی تعلیم کی کونسل کا قیام

۳۔ خواتین کے لیے نرسنگ کے ادارے کا قیام

۴۔ قومی لائبریری اور عجائب گھر کا قیام

۵۔ مطالعۂ اسلام کونسل اور پاکستان اکیڈمی کا قیام

۶۔ پاکستان کی تاریخی دستاویزات محفوظ رکھنے کے لیے کمیشن کا قیام

۷۔ تعلیمی سفاشات کے لیے مرکزی بورڈ کا قیام

۸۔ خواتین کے دو میڈیکل کالجوں کا قیام؛ایک مشرقی پاکستان میں اور دوسرا مغربی پاکستان میں

۹۔ کالجوں اور جامعات میں لازمی فوجی تربیت متعارف کرانا؛اور

۱۰۔ مفت لازمی پرائمری تعلیم متعارف کرانا

عزت مآب جناب فضل الرحمٰن: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی جن قراردادوں کا حکومت پاکستان کے ساتھ براہِ راست تعلق ہے،انہیں عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے مؤثر اقدامات کیے ہیں۔ باقی رہیں وہ سفارشات جو صوبائی حکومتوں کے دائرۂ اختیار میں آتی ہیں انہیں ان کے علم میں لاکر درخواست کی گئی ہے کہ اس سلسلے میں یہ اقدامات کیے جائیں، حکومت پاکستان کی قسمتِ تعلیم کو اس سے باخبر رکھا جائے۔خاص طور پر وہ سفارشات جن کے بارے میں سوال کیا گیا ہے،ان کی صورتحال درجِ ذیل ہے:

۱۔ یہ قرارداد حکومت پاکستان کامرس ڈویژن (وزارت تجارت وصنعت و تعمیرات) کو بھیج دی گئی ہے، جس کا اس قرارداد کے نفاذ کے ساتھ بنیادی تعلق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ مؤثر طور پر ان کے زیر غور ہے،اور مستقبل قریب میں ایک سائنسی اور صنعتی تحقیقاتی کونسل کے قیام کے لیے اقدامات کیے جارہے ہیں۔

۲۔ فنی تعلیم کی کونسل کی تشکیل کا اعلامیہ پہلے ہی ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء کو جریدۂ پاکستان میں شائع کیا جاچکا ہے۔اور مجلس دستور ساز (قانون سازی مجالس) اس کونسل کے لیے اپنا نمائندہ بھی مقرر کرچکی ہے۔

۳۔ پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے ایک سفارش یہ کی تھی کہ جامعات میں خواتین کی نرسنگ کی تربیت شروع کرنے کے لیے جامعات سے درخواست کی جائے۔ اس کے مطابق یہ قرارداد پاکستانی جامعات کے علم میں لائی گئی ہے اور ان سے درخواست کی گئی ہے کہ اس سلسلے میں جو اقدامات کیے جائیں حکومت پاکستان کو ان سے باخبر رکھا جائے۔

۴۔ اس قرارداد کے بارے میں قابلِ عمل لائحۂ عمل تیار کرنے کے لیے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے۔ یہ کمیٹی پہلے ہی پاکستان عجائب گھر شروع کرنے کا تفصیلی خاکہ تیار کرچکی ہے۔ یہ عجائب گھر فنون اور آثار قدیمہ پر مشتمل ہوگا جنہیں زمانی اور جغرافیائی ترتیب کے مطابق محفوظ کیا جائے گا۔ یہی کمیٹی قومی لائبریری کے قیام کے لیے ضروری مواد جمع کررہی ہے۔

۵۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے دو الگ الگ قراردیں پاس کیں؛ایک ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام کے لیے اور دوسری پاکستان اکیڈمی کے قیام کے لیے۔ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام میں پیش رفت یہ ہے کہ اس کے قیام کے لیے قسمتِ تعلیم میں اسکیم تیار کرلی گئی ہے اور حکومت اس پر توجہ مرکوز کررہی ہے۔ جہاں تک پاکستان اکیڈمی کے قیام کا تعلق ہے تو آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی سفارش کے مطابق میری سربراہی میں اس کے لیے ایک تاسیسی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ اس کمیٹی کے غور وفکر کے نتیجے میں ایک جامع منصوبہ تیار کرلیا گیا ہے اور اس پر مؤثر انداز میں غور وفکر جاری ہے۔

۶۔ مستقبل قریب میں تاریخی اور دستاویزاتی ریکارڈ کمیشن کے قیام کے لیے حکومت اقدامات کررہی ہے۔

۷۔ پاکستان کی سطح پر تعلیمی سفارشات کے بورڈ کے قیام کا اعلامیہ پہلے ہی جریدۂ پاکستان مؤرخہ ۱۳ فروری ۱۹۴۸ء میں شائع کیا جاچکا ہے۔ اس کے لیے حکومتی قرارداد کے نسخے مجلس دستور ساز (قانون سازی مجالس) میں پیش کیے گئے تھے اور مجلس نے بورڈ کے لیے اپنے نمائندوں کا انتخاب کر لیا ہے۔

۸۔ قرارداد صوبائی حکومتوں کو بھیج دی گئی ہے اور ان سے درخواست کی گئی ہے کہ اس سلسلے میں جو اقدامات کیے جائیں، مرکزی حکومت کو بھی اس سے باخبر رکھا جائے۔

۹۔ قرارداد جامعات اور پاکستان کی صوبائی حکومتوں کے علم میں لائی گئی ہے۔

۱۰۔ قرارداد صوبائی حکومتوں کے علم میں لائی گئی ہے اور ان ریاستوں کے علم میں بھی جو پاکستان کے ساتھ شامل ہو رہی ہیں اور جن سے یہ قرارداد متعلقہ ہے۔

پروفیسر راج کمار چکروَرتی: کیا عزت مآب وزیر یہ بیان کرنا پسند فرمائیں گے کہ کیا یہ اکیڈمی مجوزہ اقبال اکیڈمی سے جدا کوئی ادارہ ہو گی؟

عزت مآب فضل الرحمٰن صاحب: جی ہاں[51]

تعلیم کے تمام شعبوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ایک ہمہ جہت جامع سکیم تھی جس میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ ساتھ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، پاکستان اکیڈمی اور اقبال اکیڈمی کے ذریعے ایک خاص مقام دیا گیا تھا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تعلیم کے باقی شعبے نظریاتی اساس کے ماوراہوں گے، بلکہ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ہر تعلیمی شعبے کی اصل بنیاد نظریاتی روح کے مطابق ہو گی۔ اس سلسلے میں درجِ ذیل بحث اسلامی تشکیل نو کے انداز کی وضاحت کرتی ہے:

پاکستان میں پہلے سے جاری تعلیمی نظام کی اصلاح و ترمیم (Overhauling) کے لیے مجوزہ اقدامات

جناب نور احمد: کیا عزت مآب وزیر داخلہ یہ بیان کرنا پسند فرمائیں گے کہ موجودہ نظام تعلیم کی اصلاح و ترمیم کے لیے حکومت پاکستان نے کیا اقدامات کیے ہیں، یا کیا اقدامات کرنے کی تجویز بنائی ہے، نیز یہ پورے نظام تعلیم کو ایسی بنیادوں پر کھڑا کرنے کے کیا اقدامات کیے ہیں جو پاکستان کے بہترین مفاد کے لیے سازگار ہوں۔

عزت مآب فضل الرحمٰن صاحب: حکومت پاکستان اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ ایک نئی ریاست کے قیام کا تقاضا ہے کہ تعلیمی مسائل کے بارے ایک نئی سوچ پروان چڑھے، اور اس سے بھی کہ جو تعلیمی نظام پاکستان کو ورثے میں ملا ہے اس کی لازماً اصلاح و ترمیم کرنا ہو گی۔ اسی حقیقت کے احساس نے حکومت پاکستان کو پہلی فرصت میں ایک نمائندہ تعلیمی کانفرنس منعقد کرنے پر آمادہ کیا۔ حکومت اس کانفرنس کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے فعال اقدامات کر رہی ہے اور اس مقصد کے لیے کئی ادارے تشکیل دے دیے گئے ہیں، جن میں ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن اور ٹیکنکل ایجوکیشن کونسل بھی شامل ہیں، تاکہ یہ ادارے خاص نوعیت کے تعلیمی مسائل کے بارے میں تفصیلی غور و فکر کر کے لائحۂ عمل پیش کریں۔ کانفرنس نے یہ قرارداد بھی پاس کی تھی کہ پاکستان کے تعلیمی نظام کا محرک اصلی "اسلامی نظریہ" ہونا چاہیے، جس کے دیگر بہت سے مظاہر میں سے خاص کر زور عالمی اخوت، برداشت اور عدل پر ہونا چاہیے۔ حکومتِ پاکستان نے ان سفارشات کو تسلیم کر لیا ہے اور جوں ہی ایڈوائزری بورڈ کام شروع کرتا ہے ان سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حکومت اس سے مدد لے گی۔ اسی دوران یہ سفارش صوبائی حکومتوں کو پہنچا دی گئی ہے اور ان ریاستوں کی حکومتوں کو بھی جنھوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق اختیار کیا ہے۔ اور ان سب سے درخواست کی گئی ہے کہ اس سفارش کو نافذ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہیے۔[52]

51- Constituent Assembly(Legislature) 8 March 1948;Implementation of Recommendations of all Pakistan Educational Conference, page: 315- 316

52- Constituent Assembly(Legislature) 8 March 1948;Contemplated Measure to Overhaul present system of education in Pakistan, page:326- 327

ادارہ اسلامی تعمیر نو کا قیام

علامہ محمد اسدؒ ادارہ برائے اسلامی تعمیر نو (مغربی پنجاب) پاکستان کے سٹاف کے ساتھ

قیام پاکستان کے پہلے ہی سال، قریب قریب اسی کانفرنس کے زمانے میں پنجاب حکومت نے لاہور میں ادارہ اسلامی تعمیر نو/ محکمۂ احیائے ملت اسلامیہ قائم کیا۔ مغربی پنجاب کے سرکاری گزٹ سے ادارے کے ڈائریکٹر اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے تقرر کے اعلامیہ نمبر ۱۱۸۹-ایچ- ۴۸/ ۶۸۵۵ مؤرخہ ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء میں علامہ محمد اسد کا بطور ڈائریکٹر تقرر بتاثیر سابقہ تاریخ ۶/ اکتوبر ۱۹۴۷ء بعد دوپہر سے کیا گیا ہے جب کہ ان کے ساتھ اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف اسلامک ری کنسٹرکشن کے طور پر ڈاکٹر ایچ ایف الہمدانی کا تقرر ۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء سے کیا گیا ہے۔ اعلامیہ ویسٹ پنجاب گورنمنٹ نوٹی فکیشنز اینڈ آرڈرز، ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جاری ہوا۔[53] مغربی پنجاب قانون ساز اسمبلی کے مباحث کی روداد بابت ۱۵ مارچ تا ۹/ اپریل ۱۹۴۸ء میں درج سپلیمنٹری ڈیمانڈ کے عنوان سے ہونے والی بحث میں جناب سپیکر نے جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے علامتی بجٹ کی ڈیمانڈ دس روپے پیش کی، اسی بجٹ میں ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن کا بجٹ برائے سال ۴۸- ۱۹۴۷ء بھی شامل تھا اور یہ ڈیمانڈ منظور کر لی گئی۔[54] بجٹ برائے سال ۱۹۴۸- ۴۹ء اور ۱۹۴۹- ۵۰ دونوں میں سے ہر سال کی کل رقم ۷۶۴۴۰/ چھہتر ہزار چار سو چالیس روپے تھی۔[55] ادارے کا دفتر لاہور میں اس مقام پر تھا جہاں اب پنجاب اسمبلی کے ارکان کی اقامت گاہ "پیپل ہاؤس" ہے۔[56] ادارے کے رفقائے کار میں مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا جعفر شاہ پھلواری، سید نذیر نیازی، ڈاکٹر حسین الہمدانی، مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی اور مظہر الدین صدیقی کے اسماءِ گرامی شمار کیے ہیں۔[57] ان کے علاوہ ایس ایم انور ملک اِنعام خان، محمد علی اظہر، غلام حسن، ایس ایم اصغر، سید شبیر احمد، محمد شفیق الرحمٰن، ایس ایم حسن، افتخار احمد چشتی، ایس ڈی خواجہ، دین احمد، عبد القادر، امانت خان، بدر دین، اور اِسرار کے نام بھی اس ادارے سے منسلک ملتے ہیں۔ اس ادارے کا کام ریاست گری اور معاشرہ سازی کے اِسلامی نظریاتی تصورات کو اجاگر کر کے پیش کرنا تھا جن پر نئی نئی وجود میں آنے والی سیاسی منتظمہ اپنے وجود کا خاکہ پیش کرنے والی تھی[58]۔ اِس کے قیام کا بنیادی مقصد زندگی کی اِسلامی خطوط پر تعمیرِ نو کے لیے اپنے معاشرے کی مدد کرنا بتایا گیا۔[59] یہ ادارہ لاہور میں قائم ہوا اور اس کی ابتدائی منظوری وزیر اعلیٰ پنجاب نے دی مگر یہ پورے ملک کے لیے کام کرتا تھا۔[60] ۲۲ مارچ ۱۹۵۰ء تک یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ علامہ اسد ادارہ اسلامی تعمیرِ نو/ ادارہ احیائے ملت اسلامیہ کے سربراہ رہے[61] اس کے بعد ادارے کے احوال کا پتا نہیں چل سکا۔ گویا ۱۹۴۹ء میں قرار دادِ مقاصد پیش ہونے اور پاس ہونے کے بعد بھی یہ ادارہ کم از کم ایک سال تک قائم اور مکمل طور پر فعال تھا۔

53- Part 1, West Punjab Government Notificatios and Orders, GAZZETE, Appointments, Postings and Transfers, The 18th February 1948, No, 1189-H-48/6855, Page 65 Table of Contents to the West Punjab Legilative Assembly Debates From 15 March to 9th April 1948, VolumII,

54- Official Report: Suplimentary Demand, Page:131

55- ریکارڈ بجٹ، پنجاب آرکائیوز، لاہور، نمبر E-7، 9702, 9704

56- مولانا اسحاق بھٹی، ارمغانِ حنیف (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۹)، ص ۱۱۶۔

57- ڈاکٹر محمد ارشد: اسلامی ریاست کی تشکیل جدید، ص ۱۶۲، حاشیہ نمبر ۱۷۸ میں بحوالہ مولانا اسحاق بھٹی، ارمغانِ حنیف (لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۹)، ص ۱۱۶۔

58- Road to Mecca, p2

59- ادارۂ اسلامی تشکیلِ نو کے اغراض و مقاصد (انگریزی)، محمد اسد، صفحہ نمبر ۱، پیرا نمبر ۱، سطر ۱

60- بجٹ ۱۹۴۸-۴۹ لائبریری کاپی، صفحہ ۲۲۹ اور بجٹ ۱۹۴۹-۵۰ لائبریری کاپی، صفحہ نمبر ۹۹ WestPakistan Civil Secretaiate, Library copy(to be returned to the Library when done with), BUDGET 1948-49, with detailed estimate of Revenue and Expenditure, Presented to the Legislative Assembly by order of His Excelency the Governor, Lahore, Printed by the Suprintendent, Government Printing, West Punjab 1948

61- ڈاکٹر زاہد منیر عامر, First Wind of Islamic Revivalism after World War II:Muhammad Asad (1900–92) and International Islamic Colloquium, 1957–58, *Tareekh e University Oriental College*, 8 (March 2015), pp. 88–102 بحوالہ Kyoto and International Islamic Colloquium, 1957–58, Kyoto Bulletin of Islamic Area Studies, pp. 228–229

ادارے کے ڈائریکٹر علامہ اسد کہتے ہیں:

> اسلامی فکر و عمل کا احیاء اور وہ بھی صدیوں کے زوال وانحطاط کے بعد کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ اتنا بڑا کام ہے جس کے لیے اس ملک کے بہترین دماغوں کے اشتراک عمل کی ضرورت ہوگی تاکہ وہ اس کے لیے پوری تفاصیل کے ساتھ ایک قطعی دستور العمل کا نقشہ تجویز کردیں؛ لہٰذا ہماری سرگرمیوں کی حتمی شکل اسی وقت متعین ہوسکے گی جب محکمے کی مکمل تشکیل پالیسی سازی کے معاون ادارے کے طور پر ہوجائے گی اور معتبر رائے عامہ کے ساتھ وہ اپنا تعلق قائم کرلے گا۔ اس لیے ذیل میں جو خاکہ دیا گیا ہے، وہ محض اس میدان عمل کا تعین کرنے کی کوشش ہے جس میں ہم اسلامی تعمیرِ نو کا کام شروع کرنے کی تجویز دے رہے ہیں۔

مزید توضیح مطلب کی خاطر، ہمارے مقاصد چند ذیلی عنوانات کے تحت یہاں درج کیے جارہے ہیں:

۱۔ تعلیم

محکمہ احیائے ملتِ اسلامیہ کے جملہ فرائض میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ کارپردازانِ تعلیم کے سامنے، وقتاً فوقتاً، ایسی تجاویز پیش کرتا رہے گا، جو اس مقصد سے تشکیل دی گئی ہوں گی کہ ہمارے کالج اور اسکول اس نئی زندگی کا پورا پورا نمونہ بن سکیں، جسے اپنانے کا ملت نے فیصلہ کیا ہے۔ ان تجاویز کا تعلق نصابِ تعلیم، درسی کتب، اور متعلقہ مواد سے ہوگا۔ اس کے علاوہ اس عمومی رویے سے بھی ہوگا جو ہماری درسگاہوں میں اسلامی لحاظ سے اختیار کیا جانا چاہیے۔ مسلمان طالب علموں کے لیے دینیات کی تعلیم لازم قرار دی جائے گی۔ وہ ابتدا سے انتہا تک قرآن وحدیث کے باضابطہ مطالعے پر مشتمل ہوگی —— اوپر کے تعلیمی مراحل میں اصول تفسیر وتشریح کا مطالعہ بھی اس میں شامل ہوگا —— اس مقصد کے پیشِ نظر کہ —طلبہ کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطالب ومفاہیم کے ساتھ مناسبت پیدا ہوجائے —— اور اس کے ساتھ ساتھ —— اپنے نصاب کے آخری مراحل میں وہ ان بنیادی ذرائع کے مطالعہ کے ان اسالیب اور طریقہ ہائے استدلال سے بھی واقف ہوجائیں، جو مختلف اسلامی مکتب ہائے فکر کے ہاں مروج رہے۔ اس مرحلے تک، دینیات کے نصاب میں ابتدائی اسلامی تاریخ کا بہت مفصل، تنقیدی مطالعہ بھی شامل کیا جائے گا۔ یہ حصہ تاریخ اسلام کے اس نصابی حصے سے الگ ہوگا جو عام تاریخ کے نصاب میں شامل ہوگا۔ اسی طرح، اسلامی فلسفے کی مختلف شاخوں کا مطالعہ بھی دینیات کے نصاب میں شامل کرنا ہوگا، اور یہ حصہ فلسفے کے عام مطالعہ پر مشتمل مضمون سے الگ ہوگا۔ نئے نصاب کے آخری مراحل میں، نظام اسلام کا بحیثیت مجموعی، معاشیات اور معاشرتی علوم کی روشنی میں دورِ جدید کے مختلف مسائل کے حوالے سے تجزیاتی مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ ان تمام اقدامات سے رفتہ رفتہ ہم پورے تعلیمی نظام کو اسلام کی روح کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی غرض سے خود بخود اپنے تعلیمی مقاصد کی تشکیل نو کرلیں گے۔ فطری سی بات ہے کہ اس قسم کی تشکیل نو یکدم کرلینا ممکن نہیں۔ مشکلات بہت زیادہ اور اس قدر گہری ہیں کہ ان پر انتہائی احتیاط سے غور وفکر اور ان کا جائزہ لینے کا کام محققین کی مختلف کمیٹیوں کے سپرد کرنا پڑے گا، جو اپنے وقت پر اس مقصد کے لئے قائم کی جائیں گی اور وہ ان تجاویز پر غور وخوض کریں گی جو مقتدر شخصیات کو پیش کرنے کے لیے تیار کی گئی ہوں گی۔ ان کمیٹیوں کی رپورٹیں جونہی تیار ہوجائیں گی انہیں شائع کردیا جائے گا۔

ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ ممتاز ماہرین تعلیم اور فضلاءِ علومِ شرقیہ کی بھی ایک کمیٹی قائم کی جائے اور اسے یہ ہدف دیا جائے کہ (الف) یہ طے کرے کہ آیا عربی زبان کو اسکولوں اور کالجوں میں لازمی قرار دینا چاہیے اور (ب) اگر ایسا کرنا ضروری ہے تو اس مقصد کے لئے ایک ایسی اسکیم مرتب کرے جو ہر لحاظ سے قابل عمل ہو۔ پھر ان امور کے علاوہ جن کا تعلق نصاب تعلیم سے ہے، محکمہ احیائے ملت اسلامیہ سکولوں کی زندگی کو اسلامی نظام زندگی کے ساتھ مربوط کرنے کے لیے تجاویز پیش کرے گا۔

۲۔ اسلامی قانون اور معاشرتی تشکیلِ نو

اس وقت ملت کے درمیان جو سب سے بڑا پریشان کن تذبذب پایا جاتا ہے وہ اس بات میں ہے کہ کیا "اسلامی" ہے اور کیا "غیر اسلامی"، اور بے یقینی کی یہ کیفیت تمام سماجی ومعاشی منصوبوں اور تجاویز میں ہے۔ اس معاملے میں جو اختلافات مختلف مکتب ہائے فکر کے درمیان - جدید اور قدیم دونوں میں - پیدا کیے جارہے ہیں، جو زیادہ تر، قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح کے طریقوں اور اس سلسلے میں مختلف نقطہ ہائے نظر کی پیداوار ہیں۔ اسلامی اقدامی عمل (Islamic action) کا کوئی ایسا لائحۂ عمل ترتیب دینا ناممکن ہے جو تمام موجود مکاتب فکر یا کم از کم اکثر مکاتب فکر سے اپنا آپ منوا سکے۔ فی الحال ہمیں ان تمام امور سے قطع

نظر کرنا ہوگا، جن میں تعبیر اور استنباط کی ضرورت ہے، اور ہمیں صرف ان شرعی قوانین پر توجہ مرکوز کرنا ہوگی جو بذاتِ خود واضح ہوں اور اسی وضاحت کے ساتھ قرآن وسنت کے ظاہری الفاظ پر مشتمل ہوں، اور ان کے بارے میں مختلف اسلامی مکاتبِ فکر میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اگر ایسے قوانین کی تدوین ہو جائے، تو ان سے اسلامی معاشرتی تعمیرِ نو کا مقصد حاصل کرنے کے لیے کم از کم متفقہ بنیاد میسر آجائے گی۔

لہٰذا، اس محکمے کی تجویز ہے کہ، تمام مکاتبِ فکر کے معتبر علماء سے درخواست کی جائے، اور وہ اپنے قابل ترین نمائندے، مستقبل میں زیر تشکیل ایک شریعت کمیٹی کے رکن بننے کے لیے نامزد کریں۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ قرآن وسنت کے ان معاشی اور اجتماعی احکام کی تدوین اور ضابطہ بندی کرے جنھیں نصوص کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے اور ان کے الفاظ کے واضح ہونے کی وجہ سے ان کی کسی اختلافی تعبیر وتشریح کی گنجائش ہی نہ رہے۔ اس عمل سے نئے شرعی قوانین "وضع کرنے" یا پہلے سے موجود شرعی قوانین کو ہی "نئے سرے سے وضع کرنے" کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ حوالے کی جو شرائط کمیٹی کو جاری کی جائیں گی، ان کے مطابق کمیٹی صرف قرآنِ مجید اور معتبر روایات، جو تمام مکاتبِ فکر کے ہاں قابل قبول ہوں، سے معلوم ہونے والے مجموعی احکام کو جمع کرے گی، اور خاص عناوین کے تحت ان کی ضابطہ بندی کردے گی۔ امید ہے کہ اس طریقے سے نسبتاً مختصر حجم کا ایک ضابطہ میسر آجائے گا، جسے مختلف مسلم مکاتبِ فکر کے درمیان ایک غیر فرقہ وارانہ قدر مشترک قرار دیا جاسکے گا۔ اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو، ملت کے پاس معاشرتی اہمیت سے متعلقہ سوالات کے بارے میں ایک کم از کم شرعی ضابطہ مہیا ہو جائے گا، جو بعد میں مزید غور وفکر کی بنیاد اور عملی قانون سازی کے نقطہ آغاز کا کام دے سکتا ہے۔

٣۔ اسلامی قانون اور معاشیات

ایک اور کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو اسلامی علماء اور ماہرین معیشت پر مشتمل ہوگی اور اس کا کام ہماری معاشی زندگی کی اسلامی خطوط پر مناسب انداز میں تشکیل وترقی کے لیے عملی تجاویز پیش کرنا ہوگا۔ اس کے لیے مواد اسی طرح بنیادی شرعی قوانین پر مشتمل ہوگا جس طرح پہلی کمیٹی میں تجویز کیا گیا۔ اس کے لیے حوالہ جاتی مآخذ کے طور پر معاصر معاشی مسائل کا انتخاب کرکے ان کے اِسلامی قانون کے ساتھ ربط کا مطالعہ شامل ہوگا۔ مثال کے طور پر بینکنگ، لائف انشورنس، کریڈٹ کے ذریعے کیے جانے والے معاملات، اجتماعی ضروریات کے تحت ذاتی ملکیتی جائدادوں کا حصول، زرعی اصلاحات (اس میں اراضی کو قومیانے کے مسائل بھی شامل ہیں) ، اور وراثت کے قوانین وغیرہ کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ اس کمیٹی کا مقصد کوئی متعین اور "واضح اقتصادی منصوبہ بندی" کرکے پیش کرنا نہیں ہوگا، یہ کام تو ریاست کے دیگر اداروں کو کرنا چاہیے۔ مذکورہ بالا کمیٹی سے صرف یہ توقع ہوگی کہ: (أ) مخصوص معاشی مسائل کے بارے میں اسلامی قانون کی رائے واضح کرے، (ب) دورِ جدید کی روزمرہ معاشی ضروریات کو اسلامی نقطۂ نظر پر تشکیل کردہ معاشی نظام میں کیسے سمویا جاسکتا ہے؟ کمیٹی کی پیش یہ تجاویز ریاست کی باقاعدہ تشکیل شدہ مجالس قانون ساز کو پیش کی جائیں گی۔

٤۔ اوقاف کا مربوط نظام

اس ملک میں بے شمار اوقاف اور مذہبی ادارے ہیں، ان میں سے کئی ایک کی خاطر خواہ آمدن ہے۔ یہ اوقاف مختلف اوقات میں عبادت، تعلیم اور معاشرتی خدمات سے متعلقہ آبادی کے رفاہ اور اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ بہت سے مخلص مسلمانوں کی طرف سے تسلسل کے ساتھ یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ اوقاف کی ان جائدادوں کی مرکزی سطح پر ایک مقتدرہ کے ماتحت تنسیق کردی جائے —— جو ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی —— تاکہ بدانتظامی اور بے نتیجہ تکرارِ عمل سے ہونے والے نقصان کا سدباب کیا جاسکے۔ اگر یہ مطالبہ پورا کردیا جائے تو قوم کو مرکزی سطح پر آمدن کا ایک بڑا ذریعہ میسر آجائے گا، جسے ان صالح لوگوں کی خواہش کے مطابق، جنہوں نے ماضی میں یہ اوقاف قائم کیے تھے، مسلمانوں کی اصلاح وترقی کے لیے خرچ کیا جاسکے گا۔

متعلقہ اداروں کی جائز ضروریات پوری کرنے کے بعد، بقایا رقم کو علماء کی ایک عظیم اکیڈمی قائم کرنے اور چلانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے (یہ اکیڈمی قاہرہ کی جامعہ ازہر کی طرز پر بھی ہوسکتی ہے) ، جو نسل در نسل اسلامی محققین پیدا کرے گی اور پاکستان کو مسلم دنیا کے لیے ایک روحانی مرکز بنانے میں مدد دے گی۔

محکمہ احیائے ملت اسلامیہ کی تجویز ہے کہ کچھ ممتاز علماء اور اچھی شہرت کے حامل شہریوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ یہ کمیٹی شرعی نقطۂ نگاہ سے اوقاف املاک کے مسئلے کا جائزہ لے، اور اس کے متعلق تمام نقطہ ہائے نظر کا جائزہ لینے کے بعد، ملک کے تمام وقف املاک کو ایک مرکزی مقتدرہ کے تحت باہم مربوط بنانے کے لیے ٹھوس لائحۂ عمل تیار کرکے پیش کرے۔

۵۔ اجتماعی اخلاقیات/معاشرتی خوداعتمادی Civic Morale

ہماری معاشرتی زندگی کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو ہماری اخلاقیات کی دینی اور معاشرتی نقطۂ نظر سے تباہی ہے۔ اگر پاکستان نے اپنا مقرر کردہ ہدف حاصل کرنا ہے اور اسلامی تہذیب کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ بننا ہے تو معاشرتی خوداعتمادی/ اجتماعی اخلاقیات کی خدمت کے لیے تمام سلیم الفکر مسلمانوں کا مؤثر باہمی تعاون یقینی بنانا ہوگا۔ ورنہ، شاید حکومت کی انتہائی نیک نیتی بھی ملت کے مظہر میں وہ تبدیلی نہ لا سکے جو صحیح معنوں میں ہمارے ملتِ اسلامیہ بننے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر ہم دوسری دنیا کو عدل کی طرف دعوت دینا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم خود ان لوگوں کے ساتھ عدل کا رویہ اختیار کرنا سیکھیں جو کمزور ہیں، تاکہ ہم درست چیزوں پر عمل کرنے اور غلط کاموں سے باز رہنے کے قابل ہو جائیں، ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ اپنا محاسبہ اس سے بھی سخت کیا کریں جتنا سخت محاسبہ ہم دوسروں کا کرنا چاہتے ہیں؛ اسی طرح روحانی خوشی حاصل کرنے کے لیے، ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ جتنا اب ہم مادہ پرست ہیں، اپنی مادہ پرستی کو اس سے کہیں زیادہ کم کر دیں۔

محکمہ احیائے ملت اسلامیہ اس دعوت کو جس کا تعلق عملی اسلام سے ہے، اس ملک میں ہر ایسے مرد اور عورت تک پہنچانا اپنا فرض اولیں سمجھتا ہے جو غور کرتے ہیں: کیوں کہ، اگر ہم فی الواقعہ مسلمان بن کر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو، ہمیں چاہیے کہ، سب سے پہلے، مسلمانوں کی طرح غور و فکر کرنا سیکھیں۔ چناں چہ اس محکمے کا پروگرام ہے کہ خوب غور و فکر کے بعد تیار کیے گئے دستور العمل کے مطابق ان معاشرتی، اخلاقی اور فکری مسائل کے متعلق جو آج ملت کو درپیش ہیں، تسلسل کے ساتھ مطبوعات شائع کرے۔ پھر ان مختلف کمیٹیوں کی روئیدادوں کے علاوہ جن کا اوپر ذکر کیا گیا تھا، ہم (الف) نامور مسلمان مفکرین کے لکھے ہوئے کتابچوں، (ب) اخبارات میں مضامین اور (ج) ریڈیو تقریروں کی ایک تسلسل کے ساتھ اشاعت کریں گے۔ جن کا تعلق اسلامی تعمیرِ نو کے تازہ ترین مسائل سے ہوگا۔

ہم درسِ قرآنِ مجید کا ایک منظم سلسلہ شروع کریں گے، جس کے تحت پابندی کے ساتھ ریڈیو پاکستان سے درسِ قرآنِ مجید نشر ہوا کرے گا؛ اس سلسلے میں ہم ممتاز اہل علم کا تعاون بھی حاصل کریں گے، جو ہمارے موجودہ مسائل اور مشکلات کے خصوصی حوالے سے تعلیمات قرآنِ مجید کی تفہیم کیا کریں گے۔ اور اس طرح وہ قرآنِ مجید سے عملی رہنمائی حاصل کرنے میں قوم کے مددگار ثابت ہوں گے۔ آگے چل کر بھلے وقتوں میں، جب ہمارے محکمے کی تنظیم مکمل ہو جائے گی، تو ہم مساجد اور عام اجتماعات کے ذریعے جمہور مسلمانوں سے رابطہ پیدا کریں گے۔ جو صرف وعظ و نصیحت تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ اس سے ایسی اسلامی ریاست کی تعمیر کے مقدس مشن کی تکمیل کے لیے ملت کے روحانی وسائل کو مہمیز ملے گی، جو اس مقدس نام کے مطابق اسلامی ریاست کہلانے کی واقعتاً حق دار ہو، اور ہم اپنے اس روحانی تنزل اور اخلاقی و سماجی بدعنوانی کو ختم کر پائیں گے جس نے محکومیت کے زمانے سے ہی ملت کے دِل کو سیاہ کر دیا ہے۔

یہ مقاصد ہیں جن کے تحت، محکمہ احیائے ملت اسلامیہ وقتاً فوقتاً حکومت کے سامنے معاشرتی اصلاح کی مختلف تجاویز پیش کرتا رہے گا۔ ان میں وہ تجاویز بھی ہوں گی جن پر کوئی خاص قانون وضع کیے بغیر فوراً عمل کیا جا سکے گا، اور وہ تجاویز بھی جن کے لیے ہمیں کچھ نئے قانون وضع کرنے پڑیں گے۔

محکمہ احیائے ملت اسلامیہ کا یہ بھی خیال ہے کہ کچھ عرصے کے بعد، اسلامی تعمیرِ نو کی علاقائی کونسلیں بھی قائم کرے، جن کی ابتدا لاہور سے ہوگی اور رفتہ رفتہ ان کا سلسلہ پورے ملک میں پھیل جائے گا۔ ان میں وہ ممتاز شہری اور سماجی کارکن بھی شامل ہوں گے جو ہمارے اس مشن میں ہماری مدد کرنے کے لیے آمادہ ہوں کہ، اس کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے عام مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد جذبے کے ایسے متحرک مقام پر لانے تک پہنچ جائے، جو ایک صحیح اسلامی نظام سیاست کی تعمیر میں سرگرمی سے حصہ لینے والے ہوں۔

اہم سرگرمیاں

قیامِ پاکستان کے سال ۱۹۴۷ء کے ماہ ستمبر میں علامہ محمد اسدؒ نے Calling all Muslims (ندا برائے جملہ مسلمانان) کے عنوان سے سات نشری تقریریں کیں۔[62] جن میں معاشرے کی اصلاح، حکمرانوں کے ساتھ تعاون اور پاکستان کو صحیح اسلامی ریاست بنانے کے لیے مختلف پہلوؤں پر مدلل گفتگو کی۔

علامہ محمد اسدؒ نے محکمہ احیائے ملتِ اسلامیہ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے ۱۸/ اگست ۱۹۴۸ء کو انگریزی زبان میں ایک یادداشت بابت پاکستان میں نفاذِ شریعت (MEMORANDUM: ENFORCEMENT OF SHARIAH IN PAKISTAN, 18 August, 1948) کے عنوان سے مرکزی حکومت کو بھیجی۔[63]

62 - 108 ARAFAT 1948, Volume No.1, p.86، اس شمارے کے صفحہ نمبر ۸۶ کے حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہے: By Courtesy Radio Pakistan. The above talks were delivered in September, 1947. یہ ان تقاریر کی پہلی اشاعت تھی، پھر انہیں علامہ کی بیوہ پاولا حمیدہ صاحبہ نے This Law of Ours and Other Essays کے ضمن میں Islamic Books Trust Kuala Lumpur, Malaysia سے سن ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔

63 - چوہدری مظفر حسین کے پیش لفظ کے ساتھ بزم اقبال کے سہ ماہی مجلہ "اقبال"، جلد ۴۵، شمارہ ۳، جولائی ۱۹۹۸ء نے صفحات ۱تا ۲۲ میں دوبارہ شائع کیا۔

جس میں نفاذِ شریعت کے بارے میں اٹھائے جانے والے شکوک وشبہات پر سیر حاصل تبصرہ کیا اور ادارہ اسلامی تشکیلِ نو/ محکمہ احیائے ملت اسلامیہ کی طرف جدید دور کے تقاضوں کے مطابق شریعت کے نفاذ کے بارے میں کیے جانے والے کام پر روشنی ڈالی۔[64] اسی میں انہوں نے ایک مرکزی اسلامی دار العلوم کے قیام کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہوئے جنوری ۱۹۴۸ء، میں مغربی پنجاب کی حکومت کی طرف سے ایک عصری دار العلوم قائم کرنے کے لیے پلاننگ کمیٹی کے قیام کا بھی ذکر کیا جس کا سربراہ انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی کو بنایا تھا اور مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد علماء اور جدید تربیت یافتہ علماء کو اس میں خاص جگہ دی تھی۔

اس کے علاوہ انہوں نے اپنے ادارے کے اغراض ومقاصد بیان کیے اور اس تین شعبوں میں کام کرنے کا پروگرام ذکر کیا: جن میں شعبۂ تحقیق، شعبۂ تعلیم، شعبۂ تبلیغ ونشر واشاعت اور شعبۂ اصلاحاتِ قانون سازی شامل تھے۔ان شعبوں نے ادارے کی طرف سے تجویز کردہ کمیٹیوں کی مدد کرنا تھی۔اس وقت وہ قانون زکوٰۃ کا مسودہ تیار کر رہے تھے، جس میں زکوٰۃ کی وصولی سے لے کر ریاست اور قوم کی فلاح وبہبود پر خرچ کرنے کا پورا نظام شامل تھا۔آخر میں انہوں نے اسلامی حکومت اور جدیدیت کو ساتھ ساتھ چلانے کے لیے ٹھوس دلائل دیے اور کچھ روایتی علماء کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا۔[65]

علامہ اسد کا تحقیقی مجلہ "عرفات" ۱۹۴۸ءسے ادارہ اسلامی تشکیل نو/ محکمہ احیائے ملت اسلامیہ کا ترجمان قرار پایا اور مارچ ۱۹۴۸ء کا شمارہ دو زبانوں؛انگریزی اور اردو میں باقاعدہ سرکاری حیثیت سے شائع ہوا۔اس کے مضامین اسلامی تشکیل نو کے فکری اور عملی خاکوں کے علمبردار تھے۔

دستور کی خاکہ سازی اور تاخیر کی وجہ

پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی

مجلس دستور ساز پاکستان کے پہلے چار اجلاسوں میں مختلف انتظامی اور ضابطہ کار سے متعلقہ بحثیں ہوتی رہیں۔ پانچواں اجلاس ۷-۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء ہوا۔ اس اجلاس میں مرکزی حکومت کی طرف سے دستور سازی کی طرف پہلا قدم اٹھایا گیا۔پہلا قدم قراردادِ مقاصد کی تقدیم اور توثیق کا تھا۔ جس میں حاکیت اعلیٰ، حاکیت کی نمائندگی اور اقلیتوں کے حقوق سمیت اسلامی معاشرے کی تشکیل نو کے نمایاں خدوخال طے کر دیے گئے۔۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قراردادِ مقاصد پاس ہوئی اور اسی روز دستور کے بنیادی اصول طے کرنے کے لیے مجلس دستور ساز کے اندر ایک کمیٹی بنا دی گئی، جس کا نام Basic Principles Committe یعنی بنیادی اصولوں کی کمیٹی رکھا گیا اور اس کے ذمے کام یہ لگایا گیا کہ "قراردادِ مقاصد کی روشنی میں دستور کے اصول طے کر کے پیش کرے"۔اس سے قبل محکمہ احیائے ملتِ اسلامیہ کی طرف سے دستور کا خاکہ پیش کیا جا چکا تھا۔ محکمے کے ڈائریکٹر علامہ اسدؒ نے اسی خاکے کے حوالے سے ۱۹۴۸ء میں وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور ان کی زبانی دستور سازی میں تاخیر کی وجہ بتائی۔[66]

64- عرفات اردو، جلد ۱، عدد ۱، مارچ ۱۹۴۸ء، جمادی الاول ۱۳۶۷ھ، ص ۱۷- ۲۴؛ عرفات انگریزی: مارچ ۱۹۴۸ء، عدد ۱، ص ۱۱- ۱۲۔
65- اقبال، بزم اقبال کا سہ ماہی مجلہ، جلد ۴۵: شمارہ: ۳، جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۳
66- محمد اسد، پولا حمیدہ اسد؛ محمد اسد بندۂ صحرائی، ص ۱۱۳، ۱۱۴

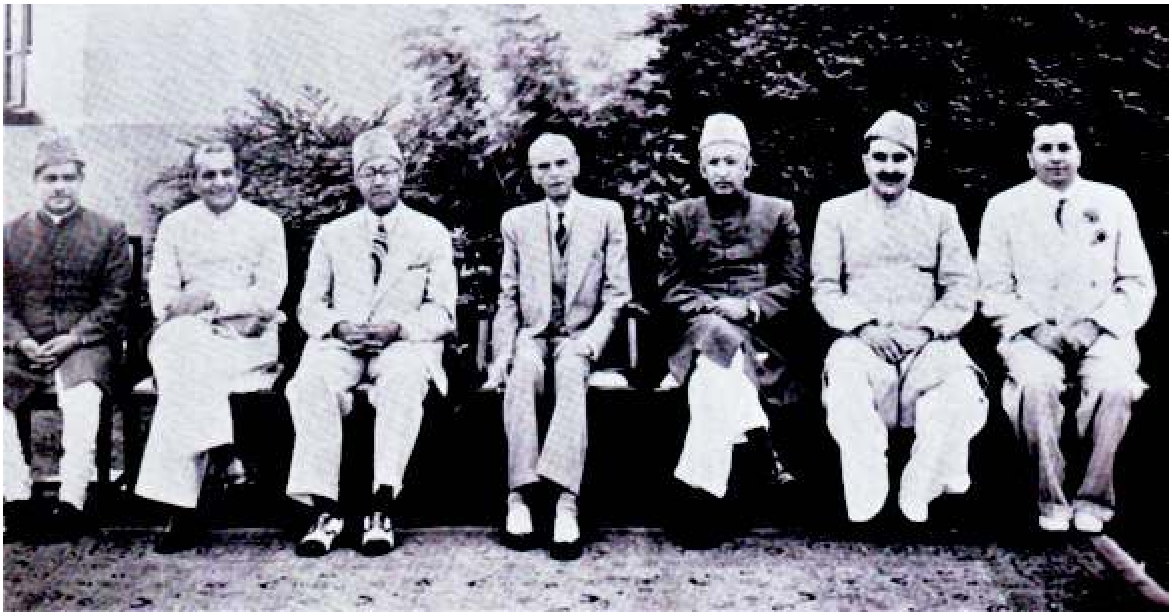

پاکستان کی پہلی کابینہ کے اراکین (۱۹۴۷ء)

تعلیم کی اسلامی بنیادوں پر تعمیرِ نو

۴مارچ ۱۹۴۹ء کو وزیر داخلہ جناب فضل الرحمٰن نے مجلس دستور ساز میں بجٹ کی بحث پر پاکستان کی تعلیمی پالیسی کا رخ متعین کرتے ہوئے فرمایا:

> On the recommendation of the Pakistan Educational Conference and the Central Advisory Board of Education Government have accepted that education should be based on Islamic ideology.[67]

"پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس [۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء] اور سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن کی سفارش پر حکومت نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ تعلیم کی بنیاد اسلامی نظریے پر ہو گی۔"

اس سلسلے میں ریاستی سطح پر کئی اقدامات ہوئے۔انہی اقدامات میں سے اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام کرنے اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسے ڈگری پروگرام بنانے کے سلسلے میں پہلا باقاعدہ قدم یہ اٹھایا گیا کہ پنجاب یونیورسٹی (قائم شدہ ۱۸۸۲ء) میں ۱۹۴۹ء میں شعبۂ اسلامیات قائم کیا گیا۔جس کا مقصد اس نئی ریاست کی سماجی، قومی اور مذہبی ضروریات کو پورا کرنا تھا، جسے دنیا بھر میں سب سے بڑی مسلم ریاست کا مقام ملنے والا تھا۔[68] پنجاب یونیورسٹی کے بعد پاکستان کی اکثر یونیورسٹیوں میں اسلامیات کے شعبے قائم ہو گئے جو کہ تسلسل کے ساتھ علوم اسلامیہ میں اعلیٰ تعلیم مہیا کر رہے ہیں۔کام صرف اتنا باقی ہے ان فضلاء اور فاضلات کے علم و تجربے سے فائدہ اٹھانے کا مربوط اور منظم انتظام ہو سکے۔

مجلس دستور ساز کی کاوشیں

بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے ۱۹۴۹ء میں اپنی تشکیل سے ۱۹۵۴ء تک تین رپورٹیں پیش کیں، چوتھی رپورٹ میں دستور کا مسودہ تقریباً مکمل کر کے پیش کر دیا گیا اور اس کی خواندگی کر لی گئی مگر بطور دستور اس کے اجراء سے قبل گورنر جنرل ملک غلام محمد صاحب نے اسمبلی توڑ دی، جس سے یہ تمام کام کالعدم ہو گیا۔

67- Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 4 March 1949, p.371

68- http://pu.edu.pk/home/department/64/Department-of-Islamic-Studies بتاریخ ۷ جون ۲۰۱۶ء۔ یہاں علامہ علاءالدین صدیقی کو شعبے کا پہلا سربراہ بتایا گیا ہے۔ اگرچہ علامہ صاحب کی شعبے کی ترتیب تقویت اور نشوونما میں بڑی خدمات ہیں مگر شعبے کے پہلے سربراہ علامہ محمد اسد اور دوسرے صدر علامہ علاءالدین تھے۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے دستور کے بنیادی اصولوں کو قراردادِ مقاصد کے دائرے کے اندر رکھنے کے بارے میں بورڈ آف تعلیماتِ اسلامیہ : (۱۹۴۹- ۱۹۵۴ء) قائم کیا جس کے چیئرمین سید سلیمان ندوی اور ارکان مفتی محمد شفیع، پروفیسر عبدالخالق، مولانا محمد ظفر احمد انصاری، مفتی جعفر حسین مجتہد تھے۔[69] اس بورڈ نے ستمبر ۱۹۴۹ء میں کام شروع کیا۔ اس وقت تک سید سلمان ندوی نے عہدۂ صدارت سنبھالا نہیں تھا۔[70] بورڈ کے فرائضِ منصبی یوں بیان کیے گئے:

(۱) قراردادِ مقاصد سے معلوم ہونے والے دینی مقاصد کی تکمیل کے لیے مشورہ دینا۔

(۲) بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی طرف سے بورڈ کو بھیجے گئے معاملات میں مشورہ دینا۔

(۳) کسی دوسری کمیٹی کی طرف سے بھیجے گئے معاملات میں مشورہ دینا۔

(۴) کسی ذیلی کمیٹی کی طرف سے بھیجے گئے معاملات میں مشورہ دینا [71]۔

مجلس دستور ساز کی کارروائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ پہلی مجلس دستور ساز کے اختتام ۱۹۵۴ء تک قائم رہا۔[72] بورڈ نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کو قراردادِ مقاصد کے تحت دستوری اصول طے کرنے میں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر ہر طرح سے مدد دی۔[73] بورڈ آف تعلیمات اِسلامیہ کی تجاویز سربراہ ریاست کے عمومی اور خصوصی اختیارات، سربراہ ریاست کے تقرر کے طریقہ کار، مقننہ کے فرائض منصبی اور آئینی اختیارات، ہنگامی قوانین اور کس طرح مسلمان اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق گزار سکیں سے متعلق تھیں [74]۔

لاء کمیشن (۱۹۵۰ء- ۱۹۵۴ء)

۱۹۵۰ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں نے مروجہ قوانین پر نظر ثانی کرنے اور ان کو اسلامی قانون کے معیار پر لانے کے لیے ایک لاء کمیشن مقرر کر دیا۔ جس کے رکن جسٹس عبدالرشید، جسٹس میمن، سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب بنائے گئے۔[75] کمیشن کے فرائضِ منصبی اور دائرہ کار میں درج ذیل امور شامل تھے:

(أ) حکومت نے یہ لاء کمیشن موجودہ قوانین کی چھان بین کرنے اور حسب ضرورت ان میں ترامیم تجویز کرنے کے لیے تشکیل دیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ ان قوانین کو قراردادِ مقاصد کے اصولوں کے مطابق بنایا جائے۔

(ب) کمیشن کا مقصد کسی خاص طبقے کے لیے مؤثر قوانین میں ترامیم تجویز کرنا نہیں تھا، البتہ اقلیتوں کے شخصی قوانین سے تعرض کرنا اس کے دائرہ کار میں شامل نہیں کیا گیا۔ [76]

(ت) حکومتی استفسارات بھی کمیشن کو بھیجے جاتے تھے۔ اور کمیشن اس دائرہ کار کے اندر کام کرتا رہا۔ [77]

-69 سید صاحب اس وقت بھوپال میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے اس لیے فوری طور پر پاکستان نہ پہنچ سکے۔ بعد میں مولانا احتشام الحق تھانوی کی کوششوں سے جون ۱۹۵۰ء میں پہنچے۔ ماہنامہ حق نوائے احتشام، کراچی، اشاعت خاص: دستور پاکستان نمبر، جلد نمبر ۱۱، شمارہ ۷، ۸، جولائی اگست ۲۰۰۹ء، ص ۳۲، بحوالہ تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ص ۲۰۶۔ بعض ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ بھی اس بورڈ سے بطور رکن وابستہ رہے۔ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، منشی عبدالرحمن، ص ۳۱۷۔

-70 کارروائی مجلس دستور ساز پاکستان، جلد ۸، شمارہ: ۱، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۳، ۱۴۔

-71 کارروائی مجلس دستور ساز پاکستان، جلد ۸، شمارہ: ۱، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۳، ۱۴۔

72 - THE NATIONAL ASSEMBLY: 14 March 1957, ESTIMATED EXPENDITURE OF THB ASSEMBLY FOR THE YEAR 1954-55, page 3-11, THE NATIONAL ASSEMBLY: 25 March 1957, THE CENTRAL.BUDGET-LIST OF DEMANDS, page 557، CA (Legislatue) Debates 31 March 1954, page 1074

-73 کارروائی مجلس دستور ساز پاکستان، جلد ۸، شمارہ: ۱، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۳، ۱۴۔ سرکاری ریکارڈ میں اسی طرح ہے مگر بعد کے حالات اور دینی حلقوں کے ردعمل سے معلوم ہوتا ہے کہ بورڈ کی سفارشات اس رپورٹ میں مکمل طور پر شامل نہیں کی جا سکیں۔ اس بورڈ کی رپورٹ کو بوجوہ ظاہر بھی نہیں کیا گیا اور بنیادی اصولوں کی پہلی کمیٹی کی سفارشات کو شائع کر دیا گیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ احتجاجاً بورڈ سے استعفیٰ دے کر واپس پیرس چلے گئے۔ [تعمیرِ پاکستان اور علماءِ ربانی، منشی عبدالرحمن خان، ص ۱۷۳]

-74 مجلس دستور ساز پاکستان: Views of the Board of Talimat-e-Islamia on certain items referred to them by the sub-committee on Federal and Provincial constitutions and distribution of powers with annotations, published Army Press Karachi P-1-7-51-300

-75 تعمیرِ پاکستان اور علماءِ ربانی، منشی عبدالرحمن خان، ص ۱۷۳-۱۷۲، CA Legislatue 23 March 1951, Starred Questions and page 87، Answers, PERSONNEL OF LAW COMMISSION

76- CA Legislature 23 March 1951, Starred Questions and Answers, PERSONNEL OF LAW COMMISSION، page 87

77- CA (Legislature), 25 March 1953, GENERAL BUDGET-LIST OF DEMANDS, DEMAND No.16- MINISTRY OF LAW, page 710-712, 881, CA (Legislature) ,31 March 1952, MISCELLANEOUS, 880

علم سیاست پر کانفرنس (۱۹۵۰ء)

مولوی تمیز الدین خان

مولوی تمیز الدین خان صاحب صدر مجلس دستور ساز اور علامہ علاء الدین صدیقی صدر شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور نے مل کر ۵- ۷ مارچ ۱۹۵۰ء کو اسلامی دستور کی تدوین کے لیے ایک کل پاکستان علم سیاست کانفرنس (All Pakistan Political Science Conference) منعقد کی۔ اس کانفرنس کی پہلی نشست کا عنوان "اسلامی فلسفۂ حکومت وسیاست" (Muslim doctrine of rule and politics) تھا، جس کی صدارت علامہ محمد اسدؒ نے کی۔[78]

اسلامی اور سماجی تعمیر نو کی سکیمیں

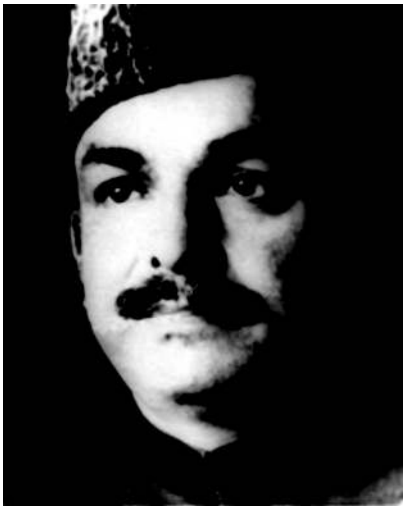

جناب محمد حبیب اللہ بہار

۱۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو معزز رکن مجلس دستور ساز جناب محمد حبیب اللہ بہار نے عزت مآب وزیر داخلہ سے سوال کیا کہ حکومت نے قیام پاکستان سے اب تک اسلامی اور سماجی تعمیر نو کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس پر اصل کام تو دستور مکمل ہو جانے کے بعد صوبوں کے ساتھ مل کر ہو سکے گا، سر دست جس عارضی دستور کے تحت ہم کام کر رہے ہیں اس کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے درج ذیل اقدامات کیے گئے ہیں: (۱) ریڈیو پاکستان پر دینی اور اخلاقی موضوعات پر گفتگو کا ایک سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے، (۲) ریڈیو پر تفسیر قرآنِ مجید کا پروگرام روزانہ کی بنیاد پر شروع کر دیا گیا ہے، (۳) کراچی میں بھیک مانگنے کی روک تھام کے لیے قانون بنا دیا گیا ہے اور غرباء کے لیے ایک مرکز کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، (۴) کراچی میں طوائف بازاری کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں، (۵) (۵) رمضان المبارک میں سحری افطاری اور نمازوں کے اوقات میں سہولت کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں، (۶) عید کی نمازوں کے لیے انتظامات کیے گئے ہیں؛ اور عید میلاد کو ایک سرکاری تقریب کے طور پر منانے کا انتظام کیا گیا ہے۔[79]

بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے تجویز کردہ نظریاتی ادارے (۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء تا ۲۱ ستمبر ۱۹۵۴ء)

مجلس دستور ساز کے تحت قائم ہونے والی بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے اپنی تین رپورٹوں میں پاکستان میں اسلامی معاشرے کی تعمیرِ نو کے لیے درج ذیل اقدامات/اداروں کے قیام کی تجاویز دیں۔[80]

۱- ایسے اقدامات کیے جائیں کہ مسلمان اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق ڈھال سکیں۔
۲- وقف اور مساجد کو مناسب طریقے سے چلانے کا نظام تشکیل دیا جائے۔
۳- ادارہ اسلامی تعلیمات وامر بالمعروف ونہی عن المنکر
۴- ریاستی سطح پر پانچ رکنی علماء بورڈ کا قیام
۵- صوبائی سطح پر پانچ رکنی بورڈ کا قیام
۶- سپریم کورٹ کے فل بینچ کی تشکیل

78 - ڈاکٹر زاہد منیر عامر بحوالہ All Pakistan Political Science Association Proceedings of the First All Pakistan Political Science Conference 1950 (Lahore: The Punjab University Press, 1950) cf. Muhammad Arshad, p.125

79 - Constituent Assembly; Legislature; Islamic and social Reconstruction Schemes, the 10 April 1951, p.1104

80 - ANNEXURE II کارروائی مجلس دستور ساز پاکستان، جلد ۸، شمارہ: ۲۸،۸ ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۶، Basic Principles Committee, First Report, Basic Principles committee 2nd Report, Basic Principles Committee 3rd Report

۷۔ مالی امور اور مالیاتی معیارات کا کمیشن

۸۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ادارہ

مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی (Nucleus Islamic Research Institute) (۱۹۵۴ -۱۹۶۰ء)

۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو مرکزی حکومت کی طرف سے دار لحکومت کراچی میں منعقد ہونے والی "آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس" کی سفارشات میں سے ایک سفارش یہ بھی تھی کہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں آگاہی پیدا کرنے کے لیے Council of Islamic Studies قائم کی جائے۔ اسی کونسل کا دوسرا نام Islamic Research Institute بھی ذکر کیا گیا ہے۔ بعد میں مجلس دستور ساز کے مباحث میں اس کا یہی نام لیا جاتا رہا۔ مجلس دستور ساز پاکستان کے اجلاس ۸ مارچ ۱۹۴۸ء میں معزز رکن اسمبلی جناب نور احمد کی طرف سے اس پر عمل درآمد کے بارے میں سوال کیا گیا، جس کے جواب میں وزیر داخلہ جناب فضل الرحمن نے بتایا کہ "ایجوکیشن ڈویژن" نے اس کے قیام کی سکیم تیار کرلی ہے اور اس پر بھرپور توجہ دی جارہی ہے۔[81] مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ ادارہ قائم نہیں ہوسکا، یہاں تک کہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۱ء کو مجلس دستور ساز پاکستان کے اجلاس میں ظہیر الدین چوہدری معظم حسین (لال میاں) نے تحقیقات اسلامی کے لیے کوئی ادارہ قائم نہ کرنے پر شکوہ کیا۔[82] انہوں نے ایک سال بعد ۱۹ مارچ ۱۹۵۲ء کو پھر اس مسئلے کو اٹھایا اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی قائم کرنے کی تجویز دی۔[83] جناب ظہیر الدین چوہدری معظم حسین (لال میاں) کی طرف سے ہی ۹/اپریل ۱۹۵۲ء اس کے لیے قرارداد پیش کی گئی جو طویل بحث کے بعد منظور ہوئی۔ قرارداد کا مضمون یہ تھا:

اس اسمبلی کی رائے ہے کہ ایک مرکزی ادارہ جس کا نام "ادارہ برائے اسلامی تحقیقات" ہو، کراچی کے وفاقی علاقے میں قائم کیا جائے جس کی مختلف ذیلی شاخیں اور شعبے ہوں جہاں انسانی علم و عمل کے مختلف میدانوں تحقیقات کی جائیں؛ سماجی، معاشی، تاریخی، تعلیمی، ثقافتی، دستوری، عدالتی وغیرہ۔ اسی طرح اسلام کے بارے میں مختلف موضوعات اور اسلامی مواد پر مشتمل موضوعات پر اعلیٰ درجے کا لٹریچر وہاں سے جاری کیا جائے۔[84]

مگر ادارے کا قیام ۱۹۵۴ء میں جاکر عمل میں آیا۔[85] یہ مرکزی ادارہ ۱۹۵۴ء سے ۱۰ مارچ ۱۹۶۰ء تک قائم رہا، یہاں تک کہ نیا ادارہ قائم کرکے پہلے ادارے کو اسی میں ضم کردیا گیا۔ مولانا عبدالعزیز میمنی راجکوٹی روز اول سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے افسر انچارج رہے اور بعد میں وہی اس کے ڈائریکٹر بنے۔ اس ادارے کی تشکیل نو کے کئی ادوار ہوئے اور اس وقت وہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے نام سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا حصہ ہے۔ اس عرصے میں اس نے اپنے فرائضِ منصبی بھرپور طریقے سے ادا کیے، جنھیں اسلامی معاشرے کی تعمیرِ نو میں اہم مقام حاصل ہے۔

انٹرنیشنل اسلامک کلوکیم

دستور ۱۹۵۶ء نافذ ہوجانے کے بعد ملک میں عملی طور پر اسلامی ریاست کی تشکیل وتعمیر کے سلسلے میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس (International Islamic Colloquium) کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس مقصد کے لیے پاکستان کی پہلی قومی اسمبلی نے ۹ فروری ۱۹۵۷ء کو اس کانفرنس کے لیے ۵ لاکھ پچاس ہزار روپے مختص کیے[86]۔ اس اجتماع کے انعقاد میں پنجاب یونیورسٹی کو وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان اور وزارت خارجہ امور و کامن ویلتھ کو اپریشن کا تعاون حاصل رہا۔[87] کانفرنس کے موضوعات درجِ ذیل رکھے گئے:

81- Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 8 March 1948, 315- 316

82- Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 24 March 1951, p.260

83- Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 19 March 1952, p.252

84- Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 9 April 1952, p.252

85- CONSTITUENT ASSEMBLY: 26 March 1954, THE CENTRAL. BUDGET-LIST OF DEMANDS, page 624, National Assembly of Pakistan Debates, 23 August 1957, Starred Questions and answers, page 190 -110

86- THE NATIONAL ASSEMBLY PARLIAMENTARY OF PAKISTAN DEBATES Volume 1-1957, *Saturday, the 9th February, 1957,* FINANCIAL YEAR 1957-58, EXPENDITURE, page 13

87- خیر مقدمی خطاب، وائس چانسلر، پروفیسر محمد افضل حسین International Islamic Colloquium Papers (December 29,1957- January 8,1958), Lahore , Pakistan, at the Punjab University Press, 1960 P-1

١۔ اسلامی تہذیب: ہماری اس سے کیا مراد ہے؟
٢۔ اسلام کا تصورِ ریاست
٣۔ مسلم معاشرے کو جدید نظریات اور معاشرتی اقدار کا چیلنج
۴۔ اسلام میں اجتہاد کا کردار اور قانون سازی کی گنجائش
۵۔ جدید سائنس کی نسبت اسلام کا رویہ
٦۔ مغربی تاریخ وثقافت پر اسلام کے اثرات
٧۔ اسلام کے معاشرتی ڈھانچے میں معاشیات کا مقام؛ غیر منقولہ زمینی جائداد اور ملکیت زمین پر خصوصی توجہ کے ساتھ
٨۔ اسلام کا دیگر مذاہب کے بارے میں رویہ اور اس کا ان کے ساتھ تعلق
٩۔ دنیا کے امن وامان میں اسلام کے کردار کی بنیادی صلاحیت[88]

یہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس لاہور میں اپنے مقررہ وقت پر ٢٩ دسمبر ١٩۵٧ء تا ٨ جنوری ١٩۵٨ء منعقد ہوئی جس میں ۴٠ ممالک کے ممتاز اہلِ علم و دانش نے مقالہ جات پیش کئے۔ ان میں مولانا امین احسن اصلاحی، شیخ احمد جمال، مولانا مودودی، پروفیسر محمد ابوزہرہ، علامہ رشید ترابی، مصطفیٰ احمد زرقاء، ڈاکٹر حسن المعصومی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، غلام احمد پرویز جیسے نامور محققین شامل تھے۔ اس کے علاوہ مستشرقین کی ایک بڑی تعداد بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئی اس کانفرنس میں جن اہم موضوعات پر مقالہ جات پیش کئے گئے ان میں اسلامی تہذیب، ریاست کا اسلامی تصور، اسلام میں اجتہاد اور قانون سازی، سائنس کے بارے میں اسلام کا موقف، دیگر مذاہب کے بارے میں اسلام کا رویہ شامل تھے۔[89]

دستور ١٩۵٦ء کے تحت قائم ہونے والے نظریاتی ادارے

دستور پاکستان ١٩۵٦ء میں ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا اور قراردادِ مقاصد کو آئین کی تمہید کا حصہ بنایا گیا، آئین کے اندر قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کا یقین دلایا گیا اور اس کام کے لیے درجِ ذیل دو اہم ادارے قائم کیے گئے:

١۔ ادارہ تحقیق وتدریسِ اسلامی۔ آرٹیکل ١٩٧ (١) (٢) "مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی" کے نام سے ١٩۵۴ء میں قائم ہوا تھا۔ پاکستان کے پہلے دستور ١٩۵٦ء کے تحت جو ادارہ تحقیق وتدریس اسلامی کے قیام کا جو تقاضا کیا گیا تھا، اس کا بروقت قیام عمل میں نہ لایا جاسکا، البتہ اس ادارے کا کام پہلے سے قائم "مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی" کرتا رہا، پھر چلتے چلتے ١٩٦٠ء میں اس کے نام کے انگریزی الفاظ میں معمولی تبدیلی کر کے Neuclus Islamic Research Institute کی جگہ Central Islamic Research Institute کر دیا گیا اور دوبارہ "مرکزی تحقیقاتِ اسلامی" کے نام سے ہی ادارہ قائم کر کے پہلے ادارے کو اس میں ضم کر دیا گیا۔

٢۔ آئین ١٩۵٦ء کی دفعہ ١٩٨ (١)، (٢)، (٣) کے تحت دوسرا ادارہ اِسلامی کمیشن (١٩۵٧- ١٩۵٨ء) کے نام سے قائم ہونا تھا۔ اس کی تشکیل ایک نوٹیفکیشن مورخہ ٢٢ مارچ ١٩۵٧ء کے ذریعے عمل میں لائی گئی۔ کمیشن کے فرائضِ منصبی درجِ ذیل تھے:

اَ۔ سفارشات پیش کرنا—

(i) موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کے طریقوں کی، اور

(ii) ایسے مراحل کی جن سے گزر کر ان طریقوں کو مؤثر بنانا چاہیے؛ اور

ب۔ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی راہنمائی کے لیے ایسے اسلامی احکام کی ایسے طریقے سے تدوین کرنا کہ انہیں قانون کے طور پر مؤثر بنایا جاسکے۔

کمیشن اپنی حتمی رپورٹ اپنے قیام سے پانچ سال کے عرصے میں پیش کرے گا، البتہ وہ اپنی کوئی عبوری رپورٹ اس سے قبل بھی پیش کر سکتا ہے۔ رپورٹ عبوری ہو یا حتمی اسے اس کی وصولی کے چھ ماہ کے اندر اندر قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اسمبلی اس رپورٹ پر غور وخوض کے بعد اس کے بارے میں قانون سازی کرے گی۔[90]

-88 ڈاکٹر زاہد منیر عامر بحوالہ Alauddin Siddiqui, Foreword International Islamic Colloquium Papers December 29, 1957–January8, 1958, Lahore: Punjab University Press, 1960, p. VII

-89 کانفرنس میں پیش کئے گئے مقالہ جات کی مطبوعہ کاپی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دستیاب ہے۔

-90 اعلامیہ نمبر F.19 (1) / 56 Ref.dated the 22nd March 1957، محفوظ قومی اسمبلی لائبریری، اسلام آباد، پاکستان۔

پھر ۱۷ اگست ۱۹۵۷ء کو ایک اور نوٹی فکیشن کے ذریعے اس کے دس ارکان کا تقرر کیا گیا، فاضل ارکان کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱-	مولانا ظفر احمد عثمانی	۶-	ڈاکٹر سید اعجاز حسین جعفری
۲-	مولانا کفایت حسین	۷-	مسٹر غلام احمد پرویز
۳-	مولانا غلام مرشد	۸-	مولانا راغب احسن
۴-	مولانا اکرم خان	۹-	علامہ آئی آئی قاضی
۵-	مولانا امین احسن اصلاحی	۱۰-	مسٹر اے کے بروہی

یہ آئین کچھ زیادہ عرصہ نہ چل سکا اور ۱۹۵۸ء میں ملک میں مارشل لاء نافذ ہو گیا۔

دستور ۱۹۶۲ء کے تحت قائم ہونے والے ادارے

قرار دادِ مقاصد کو حسبِ سابق آئین کی تمہید میں شامل کیا گیا اور قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کے لیے اسمبلی میں بہت بحثیں ہوئیں، جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ نظریاتی مباحث میں ایسی ایسی شخصیات نے موثر طور پر حصہ لیا جنہیں عام طور پر لبرل سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۱ جولائی ۱۹۶۲ء بروز بدھ سیاسی جماعتوں کے بل پر بحث کرتے ہوئے جب یہ سوال آیا کہ جو جماعتیں پاکستانی علاقوں کے ربط باہمی اور امن وامان کے خلاف منشور رکھتی ہوں انہیں رجسٹریشن کی اجازت نہ دی جائے تو بہت سے ارکان اسمبلی نے ایسی جماعتوں کو بھی رجسٹریشن کی اجازت نہ دینے کی تجویز دی جو نظریہ پاکستان کے خلاف منشور رکھتی ہو۔ اس موقع پر لمبی بحث اور جاندار خطابات ہوئے۔ ان جاندار تقاریر میں سے ایک اس وقت کے وزیر بجلی ذوالفقار علی بھٹو کی بھی تھی۔ ان کی تقریر کے آخری جملے یہ تھے:

> If there is a challange to our ideology, we will prove the supriority of our ideology,we are proud to be Muslims. We will die for our religion, and we will die for our ideoloy .[91]

" اگر ہمارے نظریے کو کوئی خطرہ ہو گا تو ہم اپنے نظریے کی برتری ثابت کر دیں گے، ہمیں مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ ہم اپنے مذہب کے لیے جان دے دیں گے اور ہم اپنے نظریے کے لیے جان دے دیں گے۔"

اسی دستور ۱۹۶۲ء کے تحت درجِ ذیل دو اہم ادارے قائم کیے گئے:

اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل

اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل دستورِ پاکستان ۱۹۶۲ء کے حصہ دہم، اسلامی ادارے، باب ا۔ اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل کی دفعات ۱۹۹ تا ۲۰۶ کے تحت وجود میں آئی۔ ان دفعات کے تحت اس کی تشکیل اور معاشرے کی تعمیر نو کے لیے اس کے فرائضِ منصبی درجِ ذیل ہیں:

۱۹۹۔ اسلامی نظریہ کی ایک مشاورتی کونسل ہو گی۔

۲۰۰۔ مذکورہ کونسل ارکان کی اتنی تعداد پر مشتمل ہو گی جو پانچ سے کم اور بارہ سے زائد نہ ہو گی، جیسا کہ صدر ان کا تعین کریں۔

۲۰۱- (۱) کونسل کے اراکین کا تقرر صدر ایسی شرائط وضوابط کے مطابق کرے گا جو وہ خود طے کرے۔

(۲) صدر کونسل میں تقرر کے لیے کسی شخص کا انتخاب کرتے وقت اس شخص کے اسلام کے فہم وادراک اور پاکستان کے اقتصادی، سیاسی، قانونی اور انتظامی مسائل کی سمجھ بوجھ کا لحاظ رکھے گا۔

۲۰۲- (۱) کونسل کا کوئی رکن اپنے تقرر کی تاریخ سے تین سال کی مدت کے لیے اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

(۲) اگر کونسل کے کسی رکن کی اس کے عہدے سے برطرفی پر مبنی سفارش کی کوئی قرارداد کونسل کے کل ارکان کی اکثریت سے منظور ہو جائے تو صدر اس رکن کو اس کے عہدے سے برطرف کر سکتا ہے مگر کسی رکن کو عہدے سے بصورت دیگر برطرف نہیں کیا جائے گا۔

(۳) کونسل کا کوئی رکن صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

۲۰۳- صدر کونسل کے ارکان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

91- National Assembly, 11 July 1962;The Political Parties Bill, page: 1354

کونسل کا منشور

۲۰۴- (۱) کونسل کے کارہائے منصبی درج ذیل ہوں گے:-

(الف) مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو ایسی سفارشات کرنا جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں ہر لحاظ سے اسلامی نظریات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنایا جاسکے، نیز اس کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی جاسکے اور دستور کی پہلی ترمیم کے ایکٹ ۱۹۶۳ء کے نفاذ سے فوراً پہلے نافذ العمل تمام قوانین کا جائزہ لینا تاکہ انہیں قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق بنایا جائے) ؛اور

(ب) قومی اسمبلی، کسی صوبائی اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کو کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جو کونسل کو آرٹیکل ۸ کے تحت ارسال کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون ان اسلامی تعلیمات اور مقتضیات کے منافی ہے یا نہیں جو قرآن وسنت میں منضبط ہیں۔

(۲) جب آرٹیکل ۸ کے تحت کوئی سوال اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کی طرف سے کونسل کو مشورہ دینے کے لیے بھیجا جائے تو کونسل اس کے بعد سات دنوں کے اندر اس اسمبلی، صدر یا گورنر کو، جیسی بھی صورت ہو، اس مدت کے بارے میں مطلع کرے گی جس کے اندر وہ مذکورہ مشورہ فراہم کرنے کی توقع رکھتی ہو۔

(۳) جب صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر، جیسی بھی صورت ہو، یہ خیال کرے کہ مفاد عامہ کی خاطر اس مجوزہ قانون کا وضع کرنا جس کے بارے میں سوال اٹھایا گیا تھا مشورہ حاصل ہونے تک ملتوی نہ کیا جائے، تو اس صورت میں مذکورہ قانون مشورہ مہیا ہونے سے قبل وضع کیا جاسکے گا۔

قواعد ضابطہ کار

۲۰۵- (۱) کونسل کی کارروائی ایسے قواعد ضابطہ کار کے ذریعے منضبط کی جائے گی جو کونسل صدر کی منظوری سے وضع کرے۔

(۲) کونسل ہر سال پندرہ جنوری سے پہلے پہلے سال کے دوران جس کا اختتام گزشتہ اکتیس دسمبر کو ہوا، اپنی کارروائیوں کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کرے گی اور اسے صدر کو پیش کرے گی جو اسے قومی اسمبلی کے سامنے (برائے غور) پیش کرے گا۔

۲۰۶- باب ہذا میں "کونسل" سے مراد اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل ہے۔[92]

کارکردگی کا خلاصہ

۱۹۶۲ء کے دستور کے تحت قائم شدہ کونسل نے ۱۹۷۲ء تک مجموعہ قوانین پاکستان (Pakistan Code) کی سولہ جلدوں میں منضبط تقریباً چار ہزار قوانین میں سے تقریباً دوسو (۲۰۰) قوانین پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے غور وخوض کرکے ان کو اسلام کے مطابق بنانے کے لیے سفارشات پیش کیں، جن میں سے چند اہم قوانین؛ قانونِ غلامی (The Slavery Act 1843)، قمار بازی ایکٹ (The Gambling Act)، قانونِ طلاق (The Divorce Act 1869)، قانونِ ازدواجِ نصاریٰ (The Christian Marriage Act 1872)، قانونِ حلف (The Oath Act 1873)، قانونِ شہادت (The Evidence Act 1872)، قانونِ جوازِ ازدواج (The Marriage Validation Act 1872)، قانونِ احکامِ عامہ (The General Clauses Act 1882)، قانونِ گارڈن اینڈ وارڈ (The Guardian and Ward Act 1890)، قانونِ جزامیان (The Lepers Act 1898) اور تعزیراتِ پاکستان کی بعض دفعات قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح کونسل نے دستور ۱۹۶۲ء کے آرٹیکل ۲۰۴ کی ذیلی دفعہ 'ب' کے تحت حکومت کی طرف سے کیے جانے والے ۱۱۹ استفسارات کا جواب دیا اور معاشرے کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے سلسلے میں حکومت کو ۲۴ سفارشات پیش کیں، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں: مسلم عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء، مسئلۂ ربا، سرکاری وعام تقریبات میں مُسکر اشیاء کے استعمال پر پابندی، ماہِ رمضان میں روزے کے اوقات کے دوران کھانے پینے کی تقریبات کے اہتمام کی ممانعت، فلم سنسر بورڈوں میں پختہ ذہن اور اعلیٰ کردار کے حامل اشخاص کا تقرر، اشیاءِ خوردنی میں ملاوٹ کی روک تھام، نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ تعلیمی پالیسی کی ترتیب، نصاب قانون کی تدوینِ نو، کے۔جی۔ کے درجے سے گریجویشن کے درجے تک اسلامیات کی لازمی تعلیم اور تنظیم زکوٰۃ وغیرہ۔[93]

92- منقول شدہ از ۱۹۶۵، Notification NOTIFICATION No. F. 24 (23) /65-A، Government of Pakistan، Ministry of Law and Parliamentary Affairs، (Law Division)، Rawalpinid, the 20th July, 1965.

93- اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ ۱۹۷۷-۷۸ء، ص ۴-۵

اسی دستور کے آرٹیکل ۲۰۷ کے تحت ادارۂ تحقیقات اسلامی کی تشکیل نو بھی کی گئی جو عملاً ۱۹۶۵ء میں ہو سکی۔ اس سے قبل پہلا ادارہ اپنے پرانے نام "مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی" کے ساتھ ہی کام کرتا رہا۔

اقبال اکیڈمی

اقبال اکیڈمی: یہ آئینی ادارہ تو نہیں مگر آئین ساز اسمبلی کا تخلیق کردہ ضرور ہے، جس کا واقعہ یہ ہے کہ یکم مارچ ۱۹۴۸ء کو بجٹ میں ایک لاکھ روپے "اقبال یادگاری فنڈ" کے لیے مختص کیے گئے۔[94] ۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو وزیر مالیات جناب غلام محمد نے اقبال اکیڈمی قائم کرنے کے لیے قرارداد پیش کی جو کہ منظور کرلی گئی۔[95] اقبال اکادمی کا قیام "اقبال اکادمی آرڈی نینس ۱۹۶۲ء" کے تحت بطور مرکزِ فضیلت برائے اقبال شناسی عمل میں آیا۔ اکادمی کے سرپرستِ اعلیٰ صدرِ پاکستان ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ایک سرپرست، ایک صدر، ایک نائب صدر، کچھ اعزازی اراکین، کچھ تاحیات اراکین اور کچھ صرف اراکین ہوتے ہیں۔ اکادمی کا صدر اس کی ہیئتِ حاکمہ کا صدر نشین ہوتا ہے اور ناظم مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد بھی اس کی ہیئت حاکمہ میں شامل ہے۔[96]

اقبال اکیڈمی لاہور کا ایک منظر

دستور ۱۹۷۳ء کے تحت اسلامی دفعات اور اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار ملنے کے بعد پارلیمانی جماعتوں کے قائدین کو اپنے ساتھ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ایک اجلاس میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اس اجلاس میں تفصیلی بحث مباحثے کے نتیجے میں ایک معاہدہ وجود میں آیا جو "دستوری معاہدہ" (constitutional accord) کے نام سے مشہور ہوا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی تجویز پر قومی اسمبلی نے ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو پاکستان کے ایک مستقل دستور کا مسودہ تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جناب محمود علی قصوری اس کمیٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی میں شامل تمام پارلیمانی گروپوں کے قائدین نے دستوری بل کے مسودے پر دستخط کیے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک دستور مہیا کرنے کے لیے ایک بل ۲ فروری ۱۹۷۳ء کو اسمبلی میں متعارف کرایا گیا۔ اسمبلی نے تقریباً مکمل اتفاق رائے سے یہ بل ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو پاس کرلیا اور ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو اس وقت کے قائم مقام صدر ذوالفقار علی بھٹو نے اس کی تصدیق کردی۔ ۱۴/اگست ۱۹۷۳ء کو یہ دستور مؤثر ہوگیا۔ اسی دِن بھٹو صاحب نے وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھالیا اور چوہدری فضل الٰہی صدر مملکت بن گئے۔ دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کو ایک متفقہ اسلامی جمہوری دستور قرار دیا گیا جو بذاتِ خود پاکستانی معاشرے کی اسلامی تعمیر نو کے سلسلے میں ایک اہم اقدام شمار ہوتا ہے۔ اس دستور کی اسلامی دفعات پر [مع بعد کی ترمیمات] ایک طائرانہ نظریوں ڈالی جاسکتی ہے:

94 - Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 1st March 1948, p.64- 65

95 - Constituent Assembly; Legislature, Monday, the 8 March 1948, p.364-365

96 - http://www.iap.gov.pk/ur/index.html

آئین کے آرٹیکل ۱ کے مطابق ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔ آرٹیکل ۲ کے مطابق اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔ آرٹیکل ۲ (اے) کے تحت قرارداد مقاصد کو آئین کا اہم ترین حصہ بنایا گیا ہے [جنرل ضیاء الحق کے عہد میں ترمیم]۔ یہی قرارداد مقاصد آئین کے ابتدائیہ میں شامل ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور یہ بھی عزم ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق، جس طرح قرآن اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔

آئین کے آرٹیکل ۳۱ کا تعلق "اسلامی طریق زندگی" کے متعلق ہے۔ اس میں اسلامی طرز زندگی کے متعلق بتایا گیا ہے۔ (ا) پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔ (۲) پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل کے لیے کوشش کرے گی: (الف) قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لیے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من وعن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا؛ (ب) اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا اور (ج) زکوٰۃ [عشر] اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کرنا۔ آرٹیکل ۳۷ (ز) میں وعدہ کیا گیا ہے کہ سماجی سطح پر انصاف فراہم کیا جائے گا اور معاشرے سے برائیاں ختم کی جائیں گی اور عصمت فروشی، قمار بازی، ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشر واشاعت کی روک تھام کی جائے گی۔ آرٹیکل ۳۷ (ح) میں کہا گیا ہے کہ نشہ آور مشروبات کے استعمال کی، سوائے اس کے کہ وہ طبّی اغراض کے لیے یا غیر مسلموں کی صورت میں مذہبی اغراض کے لیے ہو، روک تھام کرے گی۔ آرٹیکل ۳۸ (و) میں لکھا ہے کہ ربا کو جتنی جلد ممکن ہو ریاست اسے ختم کرے گی۔ آرٹیکل ۴۲ (ب) میں کہا گیا ہے کہ ملک کا صدر مسلمان ہوگا۔ آرٹیکل ۶۲ میں سینیٹ اور قومی اسمبلی کے ارکان اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کے طور پر منتخب ہونے کیلیے شرائط بتائی گئی ہیں۔ ۶۲ (د) میں بتایا گیا ہے کہ ایسا شخص اچھے کردار کا حامل ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف کے لیے مشہور نہ ہو۔ (ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو۔ (و) وہ سمجھدار اور پارسا ہو اور فاسق نہ ہو اور ایماندار اور امین ہو، کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ نہ ہو، اس نے قیام پاکستان کے بعد ملک کی سالمیت کے خلاف کام نہ کیا ہو یا نظریہ پاکستان کی مخالفت نہ کی ہو۔

آرٹیکل 91 (۳) میں لکھا ہے کہ وزیر اعظم کو قومی اسمبلی کا مسلم رکن ہونا چاہئے۔ آرٹیکل ۲۰۳ (۳) میں وفاقی شریعت کورٹ کے قیام کی بات کی گئی ہے۔ آرٹیکل ۲۲۷ میں یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت کے منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔ آرٹیکل ۲۲۸ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کی بات کی گئی ہے جس کا کام موجودہ قوانین میں تبدیلی لا کر انہیں اسلامی بنانا ہوگا اور پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا ہوگا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصوارت کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب ملے جن کا قرآن پاک اور سنت میں تعین کیا گیا ہے۔

آرٹیکل ۲۶۰ (۳) اے میں بتایا گیا ہے کہ "مسلم" سے مراد کوئی ایسا شخص جو وحدت اور توحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔ ۲۶۰ (ب) میں قادیانی اور لاہوری گروپ یا پھر کوئی بھی ایسا گروپ جو خود کو احمدی کہلواتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔

جدول سوم میں صدر مملکت اور وزیر اعظم کے عہدوں کا حلف پیش کیا گیا ہے جس کے تحت وہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور وہ توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، کتب الٰہیہ، جن میں قرآن پاک خاتم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد ﷺ بحیثیت خاتم النبیین، جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، روز قیامت اور قرآن پاک و سنت کی جملہ تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ وفاقی وزراء، وزرائے مملکت، ارکان پارلیمنٹ، چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین سینیٹ، اسپیکر و ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی، گورنر صاحبان، وزرائے اعلیٰ صاحبان اور صوبائی ارکان کابینہ بشمول غیر مسلم پر لازم ہے کہ وہ حلف اٹھائیں کہ وہ اسلامی نظریات کے تحفظ کے لیے کام کریں گے جو پاکستان کے قیام کی بنیاد ہے۔ اس میں یہ بھی وعدہ پیش کیا گیا ہے کہ اسلامی اتحاد کے فروغ کے لیے مسلم دنیا کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنایا جائے گا۔ آئین میں یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ اقلیتوں کے لیے مناسب قانون سازی کی جائے گی تاکہ وہ اپنے مذاہب پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

عملی اقدامات

عبوری دستور ۱۹۷۲ءاور مستقل دستور ۱۹۷۳ء کے ابتدائی زمانے میں حکومت کی طرف سے معاشرے کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر نو کے لیے کئی عملی اقدامات کیے گئے۔ قومی اسمبلی کے مباحث میں تسلسل کے ساتھ "اسلام"، "نظریۂ پاکستان"، "مذہب" اور "اسلامی ریاست" وغیرہ پر سنجیدہ گفتگو ہوئی۔ یہاں سب کی تفصیل دینا تو ممکن نہیں، مثال کے طور پر چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں اور تفصیل کے لیے ان سے متعلقہ بحث قومی اسمبلی دیکھی جاسکتی ہے۔ تمام صوبوں کے دینی مدارس کو مالی امداد دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ۷۲- ۱۹۷۱ء کے مالی سال میں مدارس کو دی جانے والی امداد اور ان مدارس کی فہرست قومی اسمبلی کے وقفہ سوالات بروز پیر ۸ جنوری ۱۹۷۳ء میں پیش کی گئی۔ ایم اے کی سطح پر بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے لیے جو وظائف دیے جاتے تھے ان میں اسلامیات کے طلبہ کو بھی شامل کیا گیا۔[97] سکولوں میں عربی اور قرآن مجید کی تعلیم کی سہولت مہیا کی گئی، اس میں مدارس کے فضلاء کو بطور مدرس مقرر کیا گیا اور جدید عربی سکھانے کے لیے عرب ممالک سے خصوصی امداد کا انتظام کیا گیا۔ دونوں ملکوں میں معاہدے کے تحت مصر کے اساتذہ مختلف پاکستانی اداروں میں آکر عربی کی تعلیم دیتے رہے۔ لیبیا کے ساتھ پاکستان میں ایک اسلامی سنٹر اور ایک پبلیشنگ ہاؤس قائم کرنے کا معاہدہ کیا گیا۔[98] اسی دور میں ریڈیو پر تلاوت قرآنِ مجید، قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی، روشنی اور سرچشمۂ ہدایت جیسے پروگرام شروع ہوئے۔ رمضان المبارک اور محرم میں خصوصی دینی پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا تھا، عربی کے اسباق نشر کیے جاتے تھے اور چار صوبائی قومیتوں کی بجائے دو قومی نظریے کا پرچار کیا جاتا تھا۔ اور ٹیلی ویژن پر بھی اس طرح کے پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔[99] لاہور میں عالمی اسلامی کانفرنس ہوئی جس کے بعد مسلم ممالک کے آپس میں تعلقات کو ایک نیا رخ ملا اور ان کے درمیان ایک نیا ربط پیدا ہوا۔[100] میٹرک تک اسلامیات کا مضمون لازمی تھا اور میٹرک کے بعد بطور اختیاری مضمون اس کی تعلیم دی جاتی تھی۔[101] ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی پر اسمبلی میں بحث کی جاتی تھی۔ اس دور میں اسلامی نظریاتی کونسل نے باقاعدہ ایک خاکہ ترتیب دے کر اسلام کا معاشرتی نظام ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔[102] وفاق المدارس کی سند کو ایم اے اسلامیات کے برابر قرار دینے کی قرارداد اسمبلی میں اسی دور میں پیش ہوئی، اس پر خوب بحث بھی ہوئی مگر بے نتیجہ رہی۔ جمعہ کی چھٹی اسی دور میں ہوئی اور اس کے علاوہ کئی اقدامات ہوئے۔

اسلامی نظریاتی کونسل / اِسلامی کونسل متعلقہ دفعات

دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کے باب نہم: اسلامی احکام میں اسلامی نظریاتی کونسل کی ضرورت، تشکیل، طریق کار اور فرائضِ منصبی کی تفصیل موجود ہے۔ جس میں قانون کی اسلامی تشکیل اور معاشرے میں فرد اور معاشرے کی سطح پر زندگی کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر نو کا تقاضا وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ دفعہ وار تفصیل درجِ ذیل ہے:

۲۲۷- (۱) تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں مُنضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے، اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔

[تشریح:- کسی مسلمان فرقے کے قانون شخصی پر اس شق کا اطلاق کرتے ہوئے، عبارت "قرآن وسنت" سے مذکورہ فرقے کی کی ہوئی توضیح کے مطابق قرآن اور سنت مراد ہوگی]۔[103]

(۲) شق (۱) کے احکام کو صرف اس طریقہ کے مطابق نافذ کیا جائے گا جو اس حصہ میں منضبط ہے۔

(۳) اس حصہ میں کسی امر کا غیر مسلم شہریوں کے قوانین شخصی یا شہریوں کے بطور ان کی حیثیت پر اثر نہیں پڑے گا۔

۲۲۸- (۱) یوم آغاز سے نوے دن کی مدت کے اندر اسلامی نظریاتی کونسل[104] تشکیل دی جائے گی جس کا اس حصے میں بطور اسلامی کونسل حوالہ دیا گیا ہے۔

97 - National Assembly, Legislature, 8 January 1973, page: 492

98 - National Assembly, Legislature, 3 June 1975, page: 492

99 - National Assembly, Legislature, 23 June 1975,General Budget Discussion, page: 86- 87

100 - National Assembly, Legislature, 23 June 1975,General Budget Discussion, page: 189

101 - National Assembly, Legislature, 23 June 1975,Starred Questions and Answers, page: 227

102 - National Assembly, Legislature, 10 April 1975, page:426- 427

103- فرمان دستور (ترمیم سوم) ۱۹۸۰ء (فرمان صدر نمبر ۱۴ مجریہ ۱۹۸۰ء) کے آرٹیکل ۲ کی رو سے تشریح کا اضافہ کیا گیا۔

104- اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کے اعلان کے لیے دیکھئے جریدہ پاکستان، ۱۹۷۴ء غیر معمولی، حصہ دوم، صفحہ ۱۶۵۔ (قواعد وشرائط ارکان) اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۹۷۴ء کے لیے دیکھئے جریدہ پاکستان، ۱۹۷۴ء غیر معمولی، حصہ دوم، صفحہ ۱۷۲۷

(۲) اسلامی کونسل کم از کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ[105] [بیس] ایسے ارکان پر مشتمل ہو گی جنہیں صدر ان اشخاص میں سے مقرر کرے، جو اسلام کے اصولوں اور فلسفے کا، جس طرح کہ قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، علم رکھتے ہوں، یا جنہیں پاکستان کے اقتصادی، سیاسی، قانونی اور انتظامی مسائل کا فہم وادراک ہو۔

(۳) اسلامی کونسل کے ارکان مقرر کرتے وقت صدر ان امور کا تعین کرے گا کہ

(الف) جہاں تک قابل عمل ہو کونسل میں مختلف مکاتب فکر کو نمائندگی حاصل ہو؛

(ب) کم از کم دو ارکان ایسے اشخاص ہوں جن میں سے ہر ایک عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو؛

(ج) کم از کم[106] [ایک تہائی] ارکان ایسے ہوں جن میں سے ہر ایک کم سے کم پندرہ سال کی مدت سے اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلا آ رہا ہو؛ اور

(د) کم از کم ایک رکن خاتون ہو۔

[(۴) صدر اسلامی کونسل کے ارکان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا]۔[107]

(۵) شق (۶) کے تابع، اسلامی کونسل کا کوئی رکن تین سال کی مدت کے لیے اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

(۶) کونسل کا کوئی رکن صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا، یا اگر اسلامی کونسل کے کل ارکان کی اکثریت سے ایک قرارداد کونسل کے کسی رکن کی برطرفی سے متعلق منظور ہو جائے تو صدر اس رکن کو برطرف کر سکے گا۔

۲۲۹- صدر یا کسی صوبے کا گورنر، اگر چاہے یا اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت کا دو بٹا پانچ حصہ یہ مطالبہ کرے، تو کسی سوال پر اسلامی کونسل سے مشورہ کیا جائے گا کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلام کے احکام کے منافی ہے یا نہیں۔

۲۳۰- (۱) اسلامی کونسل کے کارہائے منصبی حسب ذیل ہوں گے:

(الف) [108][مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)] اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور معاونت ملے جن کا قرآن پاک اور سنت میں تعین کیا گیا ہے؛

(ب) کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کو کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جس میں کونسل سے اس بابت رجوع کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں؛

(ج) ایسی تدابیر کی جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، نیز ان مراحل کی جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا چاہیے، سفارش کرنا؛ اور

(د) [109][مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)] اور صوبائی اسمبلیوں کی راہنمائی کے لیے اسلام کے ایسے احکام کی ایک موزوں شکل میں تدوین کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

(۲) جب 'آرٹیکل ۲۲۹ کے تحت' کوئی سوال کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کی طرف سے اسلامی کونسل کو بھیجا جائے، تو کونسل اس کے بعد پندرہ دن کے اندر اس ایوان، اسمبلی، صدر یا گورنر کو، جیسی بھی صورت ہو، اس مدت سے مطلع کرے گی جس کے اندر وہ مذکورہ مشورہ فراہم کرنے کی توقع رکھتی ہو۔

(۳) جب کوئی ایوان، کوئی صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر، جیسی بھی صورت ہو، یہ خیال کرے کہ مفادِ عامہ کی خاطر اس مجوزہ قانون کا وضع کرنا جس کے بارے میں سوال اٹھایا گیا تھا مشورہ حاصل ہونے تک ملتوی نہ کیا جائے، تو اس صورت میں مذکورہ قانون مشورہ مہیا ہونے سے قبل وضع کیا جا سکے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی قانون اسلامی کونسل کے پاس مشورے کے لیے بھیجا جائے اور کونسل یہ مشورہ دے کہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے تو ایوان، یا جیسی بھی صورت ہو، صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر اس طرح وضع کردہ قانون پر دوبارہ غور کرے گا۔

-105 فرمان دستور (ترمیم چہارم) ۱۹۸۰ء (فرمان صدر نمبر ۱۶ مجریہ ۱۹۸۰ء) کے آرٹیکل ۲ کی رو سے "پندرہ" کی بجائے تبدیل کیا گیا۔

-106 دستور (اٹھارویں ترمیم) ایکٹ، ۲۰۱۰ (نمبر ۱۰ بابت ۲۰۱۰ء) کی رو سے "چار" کی بجائے تبدیل کیا گیا۔

-107 فرمان دستور (ترمیم سوم) ۱۹۸۲ء (فرمان صدر نمبر ۱۳ مجریہ ۱۹۸۲ء) کے آرٹیکل ۲ کی رو سے شق (۴) کی بجائے تبدیل کی گئی۔

-108 احیائے دستور ۱۹۷۳ء کا فرمان، ۱۹۸۵ء (فرمان صدر نمبر ۱۴ مجریہ ۱۹۸۵ء) کے آرٹیکل ۲ اور جدول کی رو سے "پارلیمنٹ" کی بجائے تبدیل کئے گئے۔

-109 احیائے دستور ۱۹۷۳ء کا فرمان، ۱۹۸۵ء (فرمان صدر نمبر ۱۴ مجریہ ۱۹۸۵ء) کے آرٹیکل ۲ اور جدول کی رو سے "پارلیمنٹ" کی بجائے تبدیل کئے گئے۔

(۴) اسلامی کونسل اپنے تقرر سے سات سال کے اندر اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے گی، اور سالانہ عبوری رپورٹ پیش کیا کرے گی، یہ رپورٹ، خواہ عبوری ہو یا حتمی، موصولی سے چھ ماہ کے اندر دونوں ایوانوں اور ہر صوبائی اسمبلی کے سامنے برائے بحث پیش کی جائے گی، اور[110] [مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)] اور اسمبلی، رپورٹ پر غور وخوض کرنے کے بعد حتمی رپورٹ کے بعد دو سال کی مدت کے اندر اس کی نسبت قوانین وضع کرے گی۔

۲۳۱- اسلامی کونسل کی کارروائی ایسے[111] قواعد ضابطہ کار کے ذریعے منضبط کی جائے گی جو کہ کونسل صدر کی منظوری سے وضع کرے۔

اِسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل اول اور کارکردگی

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پانچویں صدر جناب فضل الٰہی چوہدری اور نویں وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد حکومت کے اوائل میں نئے دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۲۸ کے تحت بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر ایف (۲) ۷۳۔اے آئی ۲ فروری ۱۹۷۴ء کو مندرجۂ ذیل ۱۳ ارکین (بشمول چیئرمین) پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل کی پہلی تشکیل ہوئی[112]:

اس کونسل کے چیئرمین جناب جسٹس حمود الرحمن (چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) بنے اور معزز ارکان میں جناب جسٹس قاضی محمد گل (جج سپریم کورٹ، سیکرٹری وزارت قانون)، جناب جسٹس محمد افضل چیمہ (جج سپریم کورٹ، سیکرٹری وزارت قانون)، جناب جمیل حسین رضوی (ریٹائرڈ جج مغربی پاکستان ہائی کورٹ)، جناب جسٹس قادر نواز اعوان (ریٹائرڈ جج سندھ ہائی کورٹ)، محترمہ ڈاکٹر مس کنیز یوسف (وائس چانسلر قائد اعظم یونیورسٹی)، جناب ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالے پوتہ، جناب ڈاکٹر پروفیسر شمیم اختر (کراچی یونیورسٹی)، جناب مولانا محمد ادریس کاندھلوی، جناب مولانا محمد حنیف ندوی (ڈپٹی

ذوالفقار علی بھٹو اور جسٹس حمود الرحمن

ڈائریکٹر ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور)، جناب مولانا محمد بخش مسلم، جناب مولانا نجم الحسن کراروی (پشاور)، جناب مولانا ارشاد الحق (کراچی) اور جناب جسٹس زیڈ اے چنا (جج سپریم کورٹ، سیکرٹری وزارت قانون) (رکن بلحاظ عہدہ) شامل تھے۔ بعد میں جناب جسٹس عبدالحیٔ قریشی (جج سپریم کورٹ، سیکرٹری وزارت قانون) (رکن بلحاظ عہدہ) ہوئے۔ اس کے علاوہ ۹ مئی ۱۹۷۴ء کو مولانا محمد ضیاء القاسمی، خطیب جامع مسجد غلام محمد آباد کالونی لائل پور کا، ۱۸ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مولانا احتشام الحق تھانوی[113] کا، ۲۳ اکتوبر ۱۹۷ء کو ڈاکٹر معین الدین بقائی[114] اقتصادی مشیر، وزارت خزانہ، حکومت پاکستان کا بطور رکن تقرر ہوا۔ سیکرٹری

110- احیائے دستور ۱۹۷۳ء کا فرمان، ۱۹۸۵ء (فرمان صدر نمبر ۱۴ مجریہ ۱۹۸۵ء) کے آرٹیکل ۲ اور جدول کی رو سے "پارلیمنٹ" کی بجائے تبدیل کئے گئے۔

111- قواعد (ضابطہ کار) اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۹۷۴ء کے لیے دیکھئے جریدہ پاکستان، غیر معمولی، حصہ دوم، صفحات ۷۱- ۷۳۔

112- سیّد افضل حیدر، اسلامی نظریاتی کونسل ارتقائی سفر اور کارکردگی، ص ۶۳، ۷۴، ۷۴۶

113- بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر ایف۔۱ (۲) ۷۳۔اے۔آئی بتاریخ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۴ء

114- بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر ایف۔۲۱ (۲) ۷۳۔اے۔آئی مؤرخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء

وزارت قانون و پارلیمانی امور بلحاظ عہدہ اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن تھے، وہ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کے بھی رکن شمار ہوئے۔ ابتداء میں جناب جسٹس قاضی محمد گل رکن بلحاظ عہدہ رہے۔ پھر جناب جسٹس محمد افضل چیمہ، ان کے بعد جناب جسٹس زیڈاے چنااور آخر میں جناب جسٹس عبدالحیٰ قریشی بلحاظ عہدہ رکن مقرر ہوئے۔ اس طرح دوارکان کے اضافے سے کونسل کے اراکین کی تعداد ١٣ سے ١٥ ہو گئی جو کہ اس وقت آئین میں مقرر کردہ تعداد کی آخری حد تھی۔ مولانا ارشادالحق تھانوی ٢٣ اکتوبر ١٩٧٤ء کو اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

دستور پاکستان ١٩٧٣ء کے تحت "اسلامی نظریاتی کونسل" کی پہلی تشکیل کے دوران کونسل کی تحقیقی معاونت کے لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا تعاون حاصل رہنے کے ساتھ ساتھ کئی اضافی اقدامات بھی کیے گئے۔ پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت کے وزیر مذہبی امور نے کونسل کے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں معاونت کے لیے خصوصی دلچسپی لی۔ اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل کے تحت اس کے چیئرمین علامہ علاءالدین صدیقی ٢١ جولائی ١٩٦٤ء کو مرکزی حکومت سے کونسل میں ایک "لیگل ریسرچ سیکشن" قائم کرنے کی سفارش کر چکے تھے اور اس کے تحت کچھ آسامیاں اس وقت تخلیق کی جا چکی تھیں۔[115] کونسل کی اس تشکیل کے اندر یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ سے استفادہ کرنے کے علاوہ کونسل کے اپنے تحقیقاتی عملہ میں اضافہ ضروری ہے تاکہ فوری مسائل کے حل کے لیے اس سے ابتدائی تحقیق کرائی جا سکے۔ اس فیصلہ کے تحت تین ریسرچ اسسٹنٹ کی اسامیوں کی منظوری لے کر درخواستیں طلب کی گئیں اور ممبران کونسل کی سہ رکنی کمیٹی نے امیدواروں میں سے موزوں افراد کا انتخاب کیا۔[116] اس کے علاوہ کونسل کے دوسرے سال ١٩٧٥- ٧٦ء کا پہلا اجلاس ١٥ اپریل ١٩٧٥ء کو بمقام راولپنڈی منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی نے شرکت کی اور حاضرین مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کونسل سے اس امر کی متقاضی ہے کہ وہ مختلف مکاتب فکر کو سامنے رکھ کر احوال زمانہ کے چیلنج کا خاطر خواہ جواب پیش کرے اور دورِ حاضر کے ہر دم بدلتے ہوئے حالات اور مسائل کو بصیرت کے ساتھ اسلام کے اٹل اصولوں کی روشنی میں حل کرے۔ انہوں نے حکومت کی طرف سے ایسی تمام مراعات اور سہولتیں فراہم کرنے کا یقین دلایا جو کونسل کو اپنا مقصد شایان شان طریقے سے حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہوں۔ انہوں نے وزارت میں "ریسرچ اینڈ ریفرنس سیل" کی تشکیل، بین الاقوامی کلوکیمز کا انعقاد اور اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور متعلقہ بین الاقوامی اداروں کے مابین اشتراک کے انتظامات کا بھی ذکر کیا۔ حکومت نے ریسرچ اسسٹنٹس کی آسامیوں کو ترقی دے کر اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر گریڈ ١٦ کی اسامیوں میں تبدیل کر دیا اور کچھ مزید اسامیاں تخلیق کرنے کی منظوری دی۔[117]

کارکردگی

نئے دستور ١٩٧٣ء کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ پہلی سہ سالہ تشکیل کے پہلے سال (١٩٧٤- ١٩٧٥ء) کونسل کے کل چار اجلاس ہوئے[118]، دوسرے سال (١٩٧٥- ١٩٧٦ء) کونسل کے چار اجلاس ہوئے،[119] اور تیسرے سال (٢ فروری ١٩٧٦ء–یکم جنوری ١٩٧٧ء) میں کل پانچ اجلاس ہوئے۔ اس کونسل کی سہ سالہ میعاد ٢ فروری ١٩٧٧ء کو پوری ہو گئی۔

اس عرصے میں کونسل نے معاشرے کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی غرض سے ٣١ سفارشات کیں۔ اس سہ سالہ کارکردگی کا خلاصہ درج ذیل ہے:

سال ١٩٧٤- ٧٥ء: اسلامی معاشرہ کا قیام اور نظام زکوٰۃ کا اجراء، حکومت آزاد جموں وکشمیر کے مسودات اسلامی قوانین کے جائزے اور پاکستان کوڈ- جلد اوّل کا جائزہ، سال ١٩٧٥- ٧٦ : اسلامی معاشرہ کا قیام؛ تبلیغ، تعلیم و تربیت، زکوٰۃ اور ربا، قوانین پر نظرِ ثانی؛ پاکستان کوڈ (جلد اوّل) کے ٢٠ قوانین، پاکستان کوڈ (جلد دوم) کے ١٦ قوانین، پاکستان کوڈ (جلد سوم) کے ٢٦ قوانین، پاکستان (جلد چہارم) کے ١٠ قوانین، پاکستان کوڈ (جلد پنجم) کے ٦ قوانین، پاکستان کوڈ (جلد ششم) کے ١١ قوانین، پاکستان کوڈ (جلد ہفتم) کے ١٣ قوانین۔ سال ١٩٧٦۔ ٧٧ : اسلامی معاشرے کا قیام؛ تبلیغ، تعلیم و تربیت، زکوٰۃ اور ربا، ارباب اقتدار کا طرزِ عمل، سماجی جرائم، عصمت فروشی، جوئے کا انسداد، زکوٰۃ اور ربا، مسکرات کا استعمال، پاکستان کوڈ جلد اوّل، پاکستان کوڈ جلد دوم، پاکستان کوڈ جلد سوم، پاکستان کوڈ جلد چہارم، پاکستان کوڈ جلد پنجم، پاکستان کوڈ جلد ششم، پاکستان کوڈ ہفتم، پاکستان کوڈ جلد ہشتم کے قوانین شامل ہیں۔

115- اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل، دس سالہ رپورٹ، جلد اول، ص ٩٠

116- اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ عبوری رپورٹ برائے ١٩٧٤ء— ١٩٧٥ء، ص ٥

117- اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ عبوری رپورٹ برائے ١٩٧٤ء— ١٩٧٥ء، ص ٩٥- ٩٦

118- اسلامی نظریاتی کونسل: سہ سالہ رپورٹ، سالانہ عبوری رپورٹ برائے ١٩٧٤ء— ١٩٧٥ء، ص ٥

119- اسلامی نظریاتی کونسل: سہ سالہ رپورٹ، سالانہ عبوری رپورٹ برائے ١٩٧٥ء- ١٩٧٦ء، ص ٩٢

تینوں سالوں کی مجموعی سفارشات یہ تھیں: پاکستان میں ہجری تقویم کا اجرا، جمعہ کی ہفتہ وار تعطیل، سادہ قومی و سرکاری لباس، اوقات صلوٰۃ میں تقریبات کا التوا، ملازمین کی سالانہ خفیہ رپورٹوں میں دینی رجحان کا اندراج، مقابلے کے امتحان میں اسلامی نظریہ حیات کا مضمون، دفتری اوقات میں اقامت صلوٰۃ کا اہتمام، مسجد کی مرکزیت، تعمیر مساجد، نماز جمعہ میں اصحاب اقتدار کی شمولیت، مساجد کے درس میں خواتین کی شمولیت، تعلیم میں پرائمری سطح تک ثنویت کا خاتمہ، اسلامی معاشرے کی تشکیل کے اسلامی نظام تعلیم کا تفصیلی نوٹ، اسلامی شخصی قوانین کی تدریس، ریڈیو ٹی وی پر پنجگانہ اذان، تبلیغ اسلام کے لیے سرکاری انتظامات، فرقہ وارانہ منافرت کم کرنے کے لیے اقدامات، سادہ طرز زندگی کا فروغ، زکوٰۃ کی تنظیم، ربا کی ممانعت، حرام اشیاء کی سرکاری تقریبات میں ممانعت، ہوٹلوں اور عام مقامات پر حرام اشیاء کے استعمال کی ممانعت، عریانی وفحاشی کی روک تھام بذریعہ ذرائع ابلاغ عامہ، رقص و سرود کی ممانعت، فلم، سٹیج و ٹی وی پر نسوانی رقص کی ممانعت، دیگر سماجی برائیوں کی ممانعت، عصمت فرشی کی ممانعت، تعزیراتِ پاکستان میں سزائے زنا میں ترمیم، گھوڑ دوڑ کی ممانعت، احترام روزہ[120]۔

جنرل ضیاء الحق کی بطور صدر پاکستان حلف برداری کی تقریب

یہاں تک پاکستان کے تیس سال مکمل ہوئے اور اس مضمون میں اسی مدت کا احاطہ پیش نظر تھا۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق صاحب کا دور آیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک کونسل نے موجودہ قوانین کی اسلامی تشکیل پر اپنی حتمی رپورٹ پیش کر دی۔ ۱۹۷۳ء کے بعد بننے والے قوانین کے بہت سے حصے پر سفارشات مرتب کر کے پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کو بھیجیں، صدر مملکت، گورنر صاحبان اور پارلیمان کے استفسارات کے جوابات مہیا کیے، اسلامی احکام کی اس انداز سے تدوین کر دی کہ انہیں براہ راست بطور قانون نافذ کیا جا سکے اور اس کے علاوہ معاشرے کی اسلامی تعمیر نو کے لیے ارشادِ باری تعالیٰ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی: ﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج ۲۲: ۴۱] (یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز کا اہتمام کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور انجام کار کا معاملہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے) کی روشنی میں پورا عملی خاکہ تیار کیا گیا جس کی رو سے طے کیا گیا کہ اقامتِ صلاۃ، معاشرتی برائیوں کا خاتمہ اور ایتائے زکوٰۃ کے ذریعے صحیح اسلامی معیشت کا قیام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حدود و تعزیرات اور اخلاقی ضوابط کے نفاذ، معاشرے کی تہذیب واصلاح کے فرائض حکومت کو انجام دینے ہیں۔[121] پھر اس خاکے کے مطابق علمی تیاری کے لیے جنرل ضیاء الحق صاحب کا پورا دور اور اس کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو اور بعد کے کئی ادوار میں اسی ترتیب سے کونسل میں کام ہوتا رہا جو بہت بڑا علمی و فکری سرمایہ ہے اور حالات و زمانے کی رعایت رکھتے ہوئے معمولی حک واضافے کے ساتھ نفاذ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہت سے معاشرتی شعبوں کے بارے میں پورے نظام پر مشتمل موضوعاتی رپورٹیں بھی تیار کر کے پیش کی گئیں۔ معاشرے کی اسلامی تعمیر نو کے لیے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں کئی ادارے قائم کیے گئے اور کئی اقدامات کیے گئے۔ ان کی تفصیل کے لیے مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ یہاں سر دست قیام پاکستان کے پہلے تیس سالوں میں تعمیر نو کے اقدامات کی اہم مثالوں کے ساتھ اس کی نظریاتی تشکیل کا تذکرہ مقصود تھا۔ البتہ ان اداروں کو جو نیم مردہ حالت میں اب تک زندہ ہیں اور ان عملی اقدامات کو جو کسی نہ کسی صورت میں وجود رکھتے ہیں زندہ کرنے کے لیے اور اس مقصد کے لیے نئے عملی اقدامات کے لیے کچھ تجاویز پیش خدمت ہیں۔ ہو سکتا ہے کہیں اس سے استفادے کی صورت نکل آئے:

تجاویز

اسلامی تہذیب و ثقافت کی تشکیل نو کے بارے میں اب تک جس قدر کام ہو سکا ہے اس کی ابواب بندی کر کے ہر خاص و عام کی اس تک رسائی ممکن بنا دی جائے تو درجِ ذیل طریقوں سے ان سے استفادے کی کوشش کی جا سکتی ہے:

اَ۔ ایسی تجاویز جن پر افراد اور معاشرہ خود عمل کر سکتا ہے، اس پر خود عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

ب۔ ایسی تجاویز جن کے لیے علماء، مدرسین، ائمہ مساجد، اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ رہنمائی اور بعض اوقات عمل کروانے کا کردار ادا کر سکتے ہیں، وہ اس کو اپنے پروگرام میں شامل کریں۔

ج۔ ایسی تجاویز جن میں وزارتیں اور سرکاری ادارے اپنے طور پر اقدامات کر سکتے ہیں، ان سے درخواست کی جائے کہ مناسب اقدامات کریں۔

د۔ ایسی تجاویز جن میں صرف حکومتی انتظامی حکمنامے جاری کرنے کی ضرورت ہے، حکومت سے ایسا کرنے کی درخواست کی جائے۔

ھ۔ ایسی تجاویز جن کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قانون سازی کی ضرورت ہے، ان کی تجویز عوامی نمائندوں کے ذریعے مقننہ کو دی جائے۔

120- اسلامی نظریاتی کونسل، سہ سالہ رپورٹ، تیسری رپورٹ برائے سال ۱۹۷۶- ۷۷ء، ص ۲۵۹- ۲۶۴

121- خاکے کا مفصل نقشہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ برائے سال ۱۳۹۷- ۹۸ھ/ ۸۸-۱۹۷۷ء، ص ۹- ۱۰ میں شائع شدہ ہے۔